حسب بیان مولف اس کتاب مین نہایت معتبر و مستند اعداد اور ناقابل تردید واقعات سے دکھایا گیا ہے کہ ہندوستان نے برطانوی حکومت کے دوران مین ہر پہلو سے کسقدر ترقی کی ہے، اور آیندہ گوناگون ترقیون کے اسباب کسدرجہ فراہم ہو گئے ہین،

مولف کی محنت و جستجو قابل داد ہے، بعض عنوانات بڑی جانکاہی سے لکھے گئے ہین، لیکن یہ دیکھکر افسوس ہوتا ہے کہ تصویر کا صرف ایک ہی رخ دکھایا گیا ہے، اور یہ ایک واقعہ نگار کی حیثیت کو بہت کچھ مشتبہ کردینے والی بات ہے، وقایع نگار کا اصلی فرض یہ ہے کہ جس طرح واقعات پیش آتے گئے اور جو کچھ انکے نتائج ظاہر ہوئے بے کم و کاست انکو لکھدے، اسکو اپنی شان کسی کی مدح و ستائش سے بلند تر سمجھنا چاہیئے -

مولف نے کثرت سے ابواب قائم کئے ہین، مثلاً ہندوستان کی زرعی ترقی، ہندوستان کی بڑہتی دولت، انسداد قحط، پولیس، تعلیم، عدالت، ملک کی حکومت مین اہل ملک کا حصہ، امور رفاہ عام وغیرہ، اور ان مضامین کو لکھکر یہ دکھانیکی کوشش کی ہے کہ ان تمام چیزون مین ہندوستان کا حال ماضی سے بدرجہا بہتر ہے، کوئی واقف حالات شخص اس سے انکار نہین کر سکتا کہ ہندوستان مین برطانوی حکومت کے قیام نے پچھلی حالت کو بہت کچھ بدلا ہے، اور یہ بالکل ناگزیر امر ہے کہ جب کسی ملک مین کوئی نیا تمدن اور نیا طرز حکومت قائم ہو تو اسکے نئے نئے آثار بھی ظاہر ہون، لیکن یہ دعوی کہ ہر نئے واقعہ کا نتیجہ گذشتہ نتائج سے بہتر ہے، غالباً مضبوط و مستحکم دلائل کا محتاج ہے، جسکی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس کتاب مین نہین ملتے،

باقی رہی یہ بات کہ ان نئے حالات سے ملک و اہل ملک کو فواید حاصل ہوئے یا نقصانات تو اسکی نسبت مولف سے بجز اسکے اور کیا کہا جائے،

بزیر شاخ گل افعی گزیدہ بلبل را   نواگران نخوردہ گزند را چہ خبر

مجلد پنجم | ماہ رجب ۱۳۳۸ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۰ء | عدد چہارم

مضامین

شذرات

کلکتہ یونیورسٹی، ہندوستان کی تمام یونیورسٹیون مین ایک ممتاز مرتبہ رکھتی ہے، سرآستوتوش مکرجی کی تحریک پر دو سال سے اس یونیورسٹی مین ایک جدید شعبہ گریجویٹ طلبہ کی تکمیل فن کیلئے قائم ہے، جسمین بی۔اے، وبی، اس، سی پاس طلبہ اپنے اپنے موضوع سے متعلق تحقیقات ومطالعہ کا سلسلہ جاری رکھتے ہین، سال گذشتہ اس شعبہ نے، مختلف مضامین مین تعلیم دی، اور تقریباً ڈیڑھ ہزار طلبہ اسمین شریک رہے، خاص خاص مضامین مین طلبہ کی تعداد حسب ذیل تھی۔

انگریزی	۵۲۱	نفسیات (عملی)	۲۲	کیمیا	۴۶
سنسکرت	۳۳	معاشیات	۱۳۴	ریاضیات	۱۹۲
فلسفہ	۱۷۵	طبعیات	۵۶	״ (عملی)	۴۵
تاریخ	۱۸۹	تاریخ وتمدن	۲۷	علوم اسلامیہ (عربی وفارسی)	۹

مسلمانون کے اطمینان کے لئے یہ کافی ہے کہ ابھی ان کے علوم کے مطالعہ کرنیوالے چند نفوس باقی ہین، گوانکی تعداد ایک دہائی سے بھی کم ہو! اور گو غالباً ان مین بھی ایک بڑی تعداد غیر مسلمون ہی کی نکلیگی۔

کلکتہ یونیورسٹی تمام مسلمانون کی طرف سے شکریہ کی مستحق ہے کہ اس نے اپنے ہان نہ صرف "علوم اسلامیہ" کا ایک مستقل مضمون رکھا ہے بلکہ "انڈین ورناکیولرز" (ہندوستان کی موجودہ زبانون) کے تحت مین بنگالی، مرہٹی، اڑیہ، ہندی، گجراتی، تامل، تیلیگو، آسامی، کناڈی، سنگھالی وغیرہ کے

پہلو مین ملک کی عام ومشترک "زبان" اردو کو بھی جگہ دیدی ہے، اردو کا صیغہ ڈاکٹر عبداللہ مامون سہروردی کے تحت مین ہے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اسمین کتنے طلبہ شریک ہوتے ہین، ہمارے ذہن سے یہ اندیشہ دور نہین کہ ممکن ہے یونیورسٹی مذکور کی کسی آیندہ رپورٹ مین یہ اطلاع درج ہو کہ یہ صیغہ بوجہ کافی تعداد مین طلبہ نہ ملنے کے بند کردیا گیا، اصلاً اردو پر جتنا حق مسلمانون کا ہے، شاید اس سے کیقدر زاید ہی ہندوؤن کا ثابت ہو، لیکن پچیس تیس سال سے جو صورت حال پیدا ہے، اس نے اگر اردو کے تحفظ وبقا کو مسلمانونکی زندگی کے ساتھ وابستہ کردیا ہو تو اس سے کسی فرقہ کو رنجش کی کوئی وجہ نہین۔

کلکتہ یونیورسٹی کی اس نظیر سے فائدہ اٹھا کر کیا یہ دریافت کرنا بے موقع ہوگا کہ جو یونیورسٹی اردو کے اصلی وطن (صوبۂ متحدہ) مین قائم ہے، کیا اسپر اردو کا اتنا بھی حق نہین، الہ آباد یونیورسٹی کی از سرنو ترتیب وتنظیم ہو رہی ہے، لکھنؤ یونیورسٹی عدم سے وجود مین آرہی ہے، لیکن صوبہ کی زبانون پر توجہ کرنا شاید سرکاری وغیر سرکاری "ماہرین تعلیم" کے رتبہ سے فروتر ہے،

سالہا سال کی مسلسل خون ریزی کے بعد یورپ کے بعض اہم حلقون مین خدا خدا کرکے معاونت واتحاد باہمی کا خیال پیدا ہوا ہے، اور یہ خیال مختلف عملی شکلین اختیار کررہا ہے، چنانچہ حال مین "لیگ اف نیشن" (انجمن اقوام) کے نمونہ پر ایک "لیگ آف ریلیجنز" (انجمن مذاہب) بھی قائم ہوئی ہے، جسکے مقاصد وضوابط حسب ذیل بیان کئے گئے ہین:

(۱) قومی نیز بین الاقوامی حیثیت سے تمام دنیا کی روحانی قوتون کو ایک رشتہ اتحاد مین منسلک کرنا، اور انکے درمیان رابطۂ محبت پیدا کرنا۔

(۲) ہر قوم، ہر فرقہ، اور ہر جماعت جو کسی مذہبی یا اخلاقی بنیاد پر قائم ہو اس انجمن کی رکن ہوسکیگی۔

(۳) یہ انجمن کسی مذہب وملت کے مخصوص عقاید وتعلیمات مین دخل نہ دیگی، بلکہ ہر مذہب کے پیرودن سے یہ توقع رکھیگی کہ وہ اپنے عقاید پر زیادہ استحکام سے قائم رہ کر دوسرے مذاہب کے ساتھ رشتۂ اتحاد ومواخات پیدا کرتے رہین،

(۴) اس انجمن کو سیاسیات سے کوئی واسطہ نہوگا، بجز اسکے کہ قومی تعصب ومنافرت کو مٹا کر اسکے بجاے دنیا مین انسانیت اور عالمگیر انسانی ہمدردی کی تحریک پہیلائی جائے،

انجمن نے اتحاد ومواخات کا جو نصب العین قائم کیا ہے، اسلام کی تعلیم ابتدا سے یہی ہے اور اگرچہ عام مسلمان اپنی عملی زندگی مین اس سبق کو بہولے رہے ہین، لیکن اہل نظر برابر اسے یاد دلاتے رہے ہین، مولانا روم سے بڑھکر حقائق ومعارف کا رمز شناس اور کون ہوا ہے؟ انھون نے صاف صاف کہدیا ہے کہ بعثت انبیاء کا مقصد یہ نہین ہوتا کہ دنیا مین مزید اختلافات پیدا کئے جائین بلکہ سبکو باہمی خلوص ومحبت کے سلسلہ مین متحد کرنا ہوتا ہے، حضرت موسیٰ پر وحی آتی ہے کہ

تو براے وصل کردن آمدی — نے براے فصل کردن آمدی

انجمن مذکور کی مجلس اعلیٰ (کونسل) مین ہر مذہب وملت کے منتخب افراد رکھے گئے ہین، مسیحی فضلا مین لارڈ پارمور، بشپ آف آکسفرڈ، ڈاکٹر جیکس (ایڈیٹر ہبرٹ جرنل) اور ماسٹر آف بیلیل (آکسفرڈ یونیورسٹی) قابل ذکر ہین، یہودیون کے نمایندہ، انکے اسقف اعظم مسٹر مایر، بودھ مذہب کے پروفیسر یونگ فا (پروفیسر امپریل یونیورسٹی چین) اور ہندوؤن کے مسٹر دیودہر (ممبر سرونٹ آف انڈیا سوسائٹی) اور سر ایچ اڈی پٹانی (ممبر انڈیا کونسل) ہین، مسلمانون کی نیابت کا فرض بجاے مصر وترکی وغیرہ کے کسی شخص کے ہمارے مایۂ ناز ہموطن رائٹ انریبل سید امیر علی ادا کر رہے ہین، سید موصوف کے فضائل وکمالات سے کسکو انکار ہوسکتا ہے، تاہم اسقدر اہم انجمن مین اسلامی نیابت کا بار تنہا ایک فرد کے سر ڈال دینا کسی طرح مناسب وقرین انصاف نہین۔

ہندوستان مین انگریزی تعلیم کی تاریخ ۱۸۵۴ء سے شروع ہوتی ہے، اسوقت سرکاری بیانات کے بموجب ملک کے خانگی مدارس مین نو لاکہ طلبہ تعلیم پا رہے تھے، ۱۸۸۲ء مین وایسراے لارڈ رپن نے جو ہندوستان کے نہایت ہمدرد تھے، ایک تعلیمی کمیشن مقرر کیا، اسکی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اسوقت طلبہ کی تعداد ۲۵ لاکہ تک پہنچ گئی تھی، اور ہندوستان کی آبادی سے تعداد طلبہ کا تناسب ۱ء۲ فیصدی کا تہا، ساتہ ہی کمیشن نے پرزور سفارش کی کہ ابتدائی تعلیم کی بہت زاید توسیع کرنا چاہئے اور جہانتک حالات اجازت دین ہر صوبہ مین ابتدائی تعلیم کے عام کرنیکی کوشش کرنا چاہئے، اس تجویز اور تہیہ پر ۲۸ سال کا زمانہ اور گذرا، ۱۹۱۰ء مین جو حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ سرکاری وغیر سرکاری مدارس ملا کر طلبہ کی مجموعی تعداد ۴۵ لاکہ ہے، جسکا تناسب عام آبادی سے ۱ء۹ فی صدی کا پڑتا ہے، گویا پورے ایک قرن کے ادعاے سعی وکوشش کے بعد طلبہ کی تعداد مین ایک فیصدی کا بہی نہین بلکہ ۰ء۷ فیصدی کا اضافہ ہوسکا!

غفلت وجمود کے الزام سے رعایا کی برائت پیش کرنا ہرگز مقصود نہین، لیکن کیا حکومت ہند کے ذمہ دار ارکان کہہ سکتے ہین کہ انھون نے معمولی فرض شناسی کا بہی ثبوت دیا،

توسیع تعلیم کا اصلی معیار تو طلبہ کی تعداد ہے، لیکن ابھی منزل تک پہنچنے کیلئے حکومت کے ہاتہ مین سب سے کارگر آلہ تعلیمی بجٹ ہے، چنانچہ جو حکومت تعلیم پر دل کہول کر خرچ کرتی ہے وہ توسیع تعلیم مین ضرور کامیاب رہتی ہے، آؤ اس معیار پر بہی حکومت ہند کی تعلیمی تاریخ کی جانچ کرلین، ۱۸۸۲ء مین ہندوستان کی آبادی (ریاستون سے قطع نظر کرکے) ۲۰ کرور ۸۰ لاکہ تہی، اس وقت تعلیم کی مد مین سرکاری مصارف ۲ لاکہ ۴۰ ہزار پونڈ سالانہ تہے، ۲۸ سال بعد ۱۹۱۰ء مین برٹش ہندوستان کی آبادی ۲۳ کرور ۷۰ لاکہ کی ہوگئی، اسوقت تعلیمی بجٹ ۶ لاکہ ۲۰ ہزار

پونڈ کا تیار رہوا، گویا ۲۸ سال مین ۳ لاکھ ۸۰ ہزار پونڈ کا اضافہ ہوا، لیکن اس مدت مین گورنمنٹ کے محاصل، نیز دوسرے صیغون کے مصارف مین حسب ذیل اضافہ ہوا،

مصارف صیغۂ ملکی (سول ڈپارٹمنٹ) مین اضافہ بقدر		۵٫۳۰۰٫۰۰۰	پونڈ
" صیغۂ جنگ	"	۸٫۶۰۰٫۰۰۰	"
" صیغۂ ریلوے،	"	۱۰٫۰۰۰٫۰۰۰	"
محاصل مالگذاری	"	۵٫۳۰۰٫۰۰۰	"
انکے مقابلہ مین پھر ایکبار اضافۂ مصارفِ تعلیم پر نظر کرو یعنی		۳۸۰٫۰۰۰	"

ایسی حالت مین اگر رعایا کا اعتماد حکومت کی تعلیمی پالیسی سے اُٹھ گیا ہو تو کیا اسکی ذمہ داری تمامتر رعایا ہی کی شورش پسندی وشوریدہ سری کے سر رہیگی،

اسے سوء اتفاق کہین یا حسن اتفاق کہ باہر کی تعلیمی تاریخ ہندوستان کی نگاہ سے مخفی ہین، سنہ ۱۸۷۲ء تک جاپان مین اسکول جانے والی عمر کی آبادی مین ۲۸ فیصدی طلبہ زیر تعلیم تھے، لیکن ۲۸ سال کے بعد سنہ ۱۹۰۰ء مین جو اندازہ لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس عمر کے زیر تعلیم افراد کی تعداد ۹۰ فیصدی ہے، انگلستان کو توسیع تعلیم پر توجہ سنہ ۱۸۷۰ء مین ہوئی، سنہ ۱۸۷۰ء مین زیر تعلیم بچون کی تعداد ۴۳٫۴۲ تھی، پانچ ہی سال کے عرصہ مین ۶۶ فیصدی تک پہنچگئی، یہانتک کہ ۲۲ سال کی مدت مین سنہ ۱۸۹۲ء مین صد فیصد ہوگئی، یعنی کوئی بچہ ملک مین ایسا نہ رہا جو اسکول نہ جاتا ہو! کہہ سکتے ہو کہ یہ وہ ممالک ہین جہان قومی حکومتین ہین، اُن کا ہندوستان سے موازنہ صحیح نہین ہو سکتا، بہتر ہے ہم ان مثالون سے قطع نظر کیے لیتے ہین، لیکن جزیرہ فلیپائن مین تو قومی حکومت نہین، یہ ملک اس صدی کے آغاز مین امریکہ کے قبضہ مین آیا، سنہ ۱۹۰۳ء مین دو فیصدی آبادی زیر تعلیم تھی، سنہ ۱۹۰۹ء مین

اسکی تعداد بڑھکر پانچ فیصدی ہوگئی، جس پنجسالہ مدت مین امریکہ کے محکوم ملک فلیپائن نے پانچ فیصدی سے آٹھ فی صدی تک، یعنی تین فیصدی کی تعلیمی ترقی کی، اسی مدت مین برطانیہ کے محکوم ملک ہندوستان نے ۱٫۶ فیصدی سے ۱٫۹ تک، یعنی ۰٫۳ فیصدی کی ترقی کی!!

روس کی مملکت جب تک زندہ رہی، مغربی تمدن کے عارض کمال پر ایک داغ رہی، اور اسکی جہالت، تاریک خیالی، وتوحش سے ایک دنیا واقف ہے، سنہ ۱۸۸۰ء مین اسکی آبادی مین ۱٫۲ فیصدی بچے زیر تعلیم تھے، اس کے ۲۶، ۲۷ سال بعد سنہ ۱۹۰۶ء مین یہ تعداد بڑھکر ۴٫۵ فیصدی تک پہنچ گئی، لیکن، روشن خیال وعلم دوست برطانیہ کے ظل عاطفت مین نشوونما پانیوالے ہندوستان کی زیر تعلیم آبادی ۲۸ سال کی مدت مین کل ۱٫۹ تک پہنچ سکی! کیا ہندوستان کی شوربختی اس درجہ کو پہنچگئی کہ یہان آکر ظل ہما مین بھی سایۂ بوم کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے؟

یہ ساری گفتگو بیرون ہند سے متعلق تھی، اب ایک سرسری نظر اندرون ہند پر بھی کر لینا چاہئے، ہندوستان کی دیسی ریاستون کا شمار حدود ملک کے اندر ہی ہوتا ہے، انکے ہان وسعت تعلیم کا بمقابلہ برٹش ہندوستان کے کیا حال ہے؟ اسکے جواب مین اعداد ذیل رونما ہوتے ہین:-

بڑودہ	۹ فیصدی
ٹرانکور	۶٫۶
کوچن	۴٫۷
میسور	۳٫۲۸
برٹش ہندوستان	۱٫۹ !!

معارف کا کام حکومت ہند کے خلاف برہمی پھیلانا نہین، اور نہ سیاسیات اُسکے دائرہ مین داخل ہے، لیکن تعلیمی ترقی کی رفتار کے ساتھ ملک کی حیات دماغی و تمدنی کی بقا وابستہ ہے، اس بنا پر اشاعت تعلیم سے متعلق اعداد و واقعات پیش کرتے رہنا بھی اُسکے فرائض کا ایک جزو بنجاتا ہے،

سال رواں کے آغاز سے اعلان خسروی نے حکومت ہند کے جس دور جدید کا افتتاح کیا ہے اور جسکا نفاذ چند ماہ کے بعد ہونے لگیگا وہ ایک بڑی حد تک علامۂ شبلی کے اس خواب کی تعبیر ہے ؎

کہ این سررشتۂ تعلیم با در دست ما باشد

اسکے لحاظ سے صوبجات مین صیغۂ تعلیمات تقریباً ہندوستانیون کے ہاتھ مین آجائیگا، اور مرکزی حکومت مین بھی فرزندان وطن کا عنصر اب معقول تعداد مین ہونے لگیگا، اہل وطن اگر اب بھی اصلاح نظام تعلیم پر دل سے متوجہ نہون تو اسمین قصور دوسرون کا نہین بلکہ خود انکا ہوگا، ہندوستانیون کے ادعائے تعلیم دوستی کے اصلی امتحان کا وقت اب آرہا ہے،

مقالات

حقیقت علم

(نمبر اول)

از مولانا محمد یونس صاحب فرنگی محلی،

مضمون ذیل کے متعلق چند باتین ظاہر کردینا ضروری ہین

(۱) اس مضمون مین صرف علم بسیط کے جلی عنوانات پر بالاختصار بحث کی گئی ہے نفسیات کے تمام اصول کا استقصاء مدنظر نہین ہے اسکے لیے ایک دفتر کی حاجت ہے،

(۲) مضمون ذیل کو پڑھتے وقت ارسطو کے نظریۂ علم کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جو زیادہ وضاحت کے ساتھ اسکے رسالہ "حس و محسوس" مین مندرج ہے،

(۳) فلاسفہ قدیم کے خیالات کا تذکرہ ضمناً دوران بحث مین آگیا ہے اسلیے جابجا فٹ نوٹ مین انکے متعلق کچھ لکھدیا ہے ورنہ انکو بحث سے خارج سمجھنا چاہیے،

(۴) اس مضمون مین علم بسیط کی جو تھیوری پیش کی گئی ہے وہ امپریسزم یا تجربیت اور اگناسٹزم یا لاادریت دونون کی معجون مرکب ہے،

(۱) حقیقت علم کے متعلق مختلف فلاسفہ کے خیالات

انسان کے ذہنی حالات کچھ اسطرح پیچیدہ واقع ہوے ہین کہ انکی صحیح تشریح کرنا مشکل ہے، یہ سوالات کہ ہم کچھ جانتے ہین یا نہین؟ یا جان سکتے ہین یا نہین؟ ہماری بحث سے خارج ہین اور ان سوالات کے مختلف جواب فلاسفہ نے دیے ہین، ہم اس مضمون مین

صرف یہ بتانا چاہتے ہین کہ علم کی حقیقت کے متعلق مختلف فلاسفہ نے کیا خیالات قائم کیے ہین، اور علم کی واقعی حقیقت کیا ہے۔ علم و تصور یہ دو ایسے لفظ ہین جو ہمیشہ فلاسفہ کے زیر بحث رہے ہین، شکگین کے علاوہ جو علم کے منکر ہین قائلین علم نے علم کی مختلف حقیقتین بتائین اور قدمار، اور یورپ کے جدید فلاسفہ کی تعریفات کی مختلف تعبیرین کی گئین لیکن ابتک کسی تعریف یا کسی تعبیر پر اتفاق عام نہین ہوا ہماری عربی کی کتابون مین علم و تصور کے بابت قدمار کا مسلک یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذہن یا عقل مین کسی شے کے آجانے یا منتقش ہوجانے کا نام علم و تصور ہے،

(۲) افلاطون کا مذہب | علم کے بابت سب سے پرانا مسلک افلاطون کا ہے۔ افلاطون اپنے اشراقی طرز مین علم کی تعریف یہ کرتا ہے کہ مثل افلاطونیہ (یعنی کلیات کی خارجی صورتین) خارج مین موجود ہین اور وہی سب علم ہین۔ چونکہ ہمارا نفس خود عالم عقلی مین اپنی ایک مثال اور اپنا ایک وجود عقلی رکھتا ہے اسلیے اس عالم مادی مین جب ہمارے نفس کے سامنے کوئی شے آتی ہے تو ایک روحانی شوق کی بنا پر ہمارا نفس اسکو پہچان لیا کرتا ہے اسیکا نام علم ہے، گویا وہ مثل جو خارج مین موجود ہین جب ذہنی جامہ پہنتے ہین تو ہمارے علم کے باعث ہوجاتے ہین۔ اس بنا پر افلاطون کا خیال ہے کہ علم کسی شئے کے حصول ذہنی کا نام نہین ہے بلکہ تذکر کا نام ہے۔ لیکن یہ طریقہ کلیات کے علم کا ہے، افلاطون کے نزدیک جزئیات کے علم کو علم نہین کہتے، علم درحقیقت کلیات کا ہوسکتا ہے، کیونکہ کلیات جزئیات سے اشرف ہین، جزئیات کلیات کے محض پرتو ہین، اور جزئیات متغیر اور کلیات غیر متغیر ہین۔ اسلیے فلسفی اور فلسفہ کا فرض یہ ہے کہ جزئیات کو نظر انداز کرکے محض کلیات کو اپنا موضوع بحث قرار دے پس اوسکے اس اصول کی بنا پر محض احساس علم کی حد سے خارج ہے اور کوئی سائنس ایسی نہین ہوسکتی جسمین مشاہدات اور اشیار موجودہ فی الخارج سے بحث ہوتی ہو،[1]

[1] مزید وضاحت کی غرض سے افلاطون کی کتاب ریپبلک (جمہوریت) مین وہ مقام دیکھو جہان اسنے اوپینین Opinion یعنی رائے اور خیالات اور نالج (Knowledge) یعنی علم کے مابین فرق بتایا ہے اور فلسفہ کی غرض کی وضاحت کی ہے

(۳) ارسطو کی تھیوری | ارسطو جو فلاسفہ یونان مین بہت دقیقہ سنج واقع ہوا ہے علم کی تشریح اسطرح کرتا ہے کہ ذرائع علم حواس ہین، جسطرح مہر کے کندہ کرنیسے حروف اتر آتے ہین اسیطرح جب کوئی شئے خارج مین نفس کے سامنے آتی ہے تو اوسکی ایک ذہنی تصویر ذہن کے پردہ پر اُتر آتی ہے، اسی کا نام علم ہے۔ لیکن یہ صرف جزئیات کے علم کا طریقہ ہے، کلیات کا تصور اسطرح ہوتا ہے کہ انسان مین حواس خمسہ ظاہری کیطرح پانچ حواس باطنہ ہین جنکے نام بالترتیب یہ ہین۔ حس مشترک۔ خیال۔ حافظہ۔ وہم۔ متصرفہ، قوت حافظہ خیال کے حاصل کردہ جزئیات کو محفوظ رکھتی ہے، خیال مین اشیار کے حاصل ہوتے وقت انکی مادیت سلب ہوجاتی ہے اور تشخص خارجی کے مثل ایک تشخص ذہنی شئے کو عارض ہوتا ہے، یہ جزئیات ذہنیہ حافظہ مین مخزون رہتے ہین، پھر وہم ان جزئیات سے کلیات کو حاصل کرتا ہے، اور قوت متصرفہ ان کلیات مین جو وہم نے حاصل کیے ہین تصرف کرتی ہے، اور انکو ترتیب دیکر ایک نیا موجود ذہنی پیدا کرلیتی ہے، یہ سب اعمال نفسانی بالترتیب انجام پاتے ہین، یہانتک کہ آخر مین نفس کو کلیات کا علم ہوجاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ افلاطون کیطرح ارسطو کا بھی یہ خیال ہے کہ اصل اور حقیقی علم صرف کلیات کا علم ہے اور فلسفہ کی غرض بھی محض کلیات سے بحث کرنا ہے، مشاہدات اور محسوسات کی فلسفہ مین کوئی قدر و قیمت نہین، کیونکہ محسوسات مین ہر لحظہ اور ہر گھڑی تغیر ہوتا رہتا ہے جسکے باعث ان سے کوئی علم کلی نہین حاصل کیا جاسکتا، بخلاف کلیات ذہنیہ کے کہ وہ باقی، دائم، اور غیر متغیر ہین۔

(۴) مادیین کی تھیوری | یونان کے ایک اور قدیم مادہ پرست فلسفی ابیکیورس کی تھیوری حقیقت علم کے بابت یہ ہے کہ مادی اشیار جو اجزار لایتجزی جن سے انکی ترکیب ہوتی ہے اپنے بعض غیر محسوس اجزا کو ہر وقت نکالا کرتے ہین جو ہمارے حواس سے مماس ہوکر ان اشیار کے احساس کے باعث ہوتے ہین، لیکن یہ بات کہ یہ غیر محسوس اجزار مادی اجزا کے اشباح ہین یا یہ بھی مادی ہین، ابیکیورس کے نزدیک لاینحل رہگئی۔ لیکن یہ صرف جزئیات کے علم کا طریقہ ہے، ابیکیورس کے نزدیک بھی ارسطو کیطرح کلیات کے علم کا طریقہ جزئیات کے علم کے طریقہ سے

مختلف ہے اور کلیات کا علم اپیکورس کے نزدیک اسطرح ہوتا ہے کہ اسکے نزدیک انسان مین ایک قوت تصور ہے، یہی قوت ہے جسکو ارسطو قوت حافظہ کہتا ہے، یہ قوت انسان کے جزئی احساسات کو جمع کرکے انسے ایک تصور کلی پیدا کیا کرتی ہے۔ گویا کلیات کے علم کے متعلق اپیکیورس کی تھیوری ارسطو کی تھیوری سے ملتی جلتی ہے۔ اپیکیورس کی احساس کی تھیوری سے ملتا جلتا مذہب علمائے معتزلہ مین نظام کا مذہب ہے جو اسبات کا قائل ہے کہ رنگ، مزہ، خوشبو، وغیرہ اجسام کے ذرات مادی ہین جو مختلف اجسام سے نکل نکلکر ان مختلف احساسات کے باعث ہوتے ہین غالبًا نظام نے یہ خیال اپیکیورس سے اخذ کیا ہے،

(۵) فلسفہ تصوریت | فلاسفہ کے ان خیالات کا تعلق زیر بحث موضوع کے صرف اس حصہ کے ساتھ تھا کہ علم و تصور کی حقیقت کیا ہے؟ اور اسکے متعلق بحث کا وہ حصہ جو تقریبًا تمام فلاسفہ مین مشترک ہے صحیح بھی ہے لیکن علمیات مین جو مسئلہ ایک مدت تک معرکۃ الآرار رہا وہ یہ ہے کہ

(۱) ہمین ادراک کس چیز کا ہوتا ہے خود نفس اشیار کا یا انکے اشباح و امثال کا (عربی کتب درسیہ مین بھی یہ بحث حصول اشیاء بانفسہا و حصول اشیار باشباحہا کے عنوان سے ایک مدت تک علمار مین معرکۃ الآرار رہی ہے)

(۲) بہرحال کیا اصل اشیار خارج مین ہمارے نفس سے باہر موجود ہین۔

ان دو سوالون مین سے پہلے سوال کا جو جواب فلاسفہ نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمین خود اشیار کا ادراک نہین ہوتا بلکہ اونکے اشباح کا ادراک ہوتا ہے اور اس سے انکا مطلب یہ ہے کہ اصل شئے خارج مین صرف مادہ ہے اور مادہ کا ادراک ہمین نہین ہوتا ہمین ادراک جو ہوتا ہے تو وزن، رنگ، مقدار، امتداد، وغیرہ کے اشباح کا ہمارا نفس خود اشیار کا جو ادراک نہین کرتا تو اسکا سبب یہ ہے کہ مادہ اپنی ذات مین خود غیر متشکل ہے اور ہمارے حواس جو ذرائع علم ہین صرف ان ہی چیزون کا

ادراک کرسکتے ہین جو متشکل ہون اسلیے ہمین خود اصل شئے نہین دکھائی دیتی صرف اسکے مختلف اشکال نظر آتے ہین لیکن اب سوال یہ پیدا ہوا کہ یہ اشکال جنکا ادراک نفس کرتا ہے یہ خود کیا ہین اس سوال کا جواب فلاسفہ یہ دیتے ہین کہ گو یہ اشکال محض خارجی صورتین ہین تاہم مادی ہین اور نفس ذہنی مادہ سے بری ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایک مادی شئے روحانی شئے کو قبول نہین کرسکتی اسلیے یہ ضروری ہے کہ یہ خارجی صورتین ذہنی جامہ پہن لین پس ہمارا نفس اشباح خارجی کا ادراک تصورات ذہنی کی صورت مین کرتا ہے برکلے نے اس سے آگے یہ بھی دعوی کیا کہ ہمارے نفس سے باہر خارج مین کوئی شئے موجود ہی نہین ہے وہ اپنے مخالفین سے پوچھتا ہے کہ وہ یہ دعوی جو کرتے ہین کہ نفس سے باہر عالم خارج مین مادہ موجود ہے اس سے اونکی مراد اگر یہ ہے کہ خارج مین مادہ کے مختلف تشکلات موجود ہین جو دوسرے الفاظ مین محض ہمارے ذہنی تصورات ہین تو بیشک یہ صحیح ہے کہ اشیار کا وجود ہمارے نفس سے باہر بھی ہے اور اگر اس سے انکا مقصد یہ ہے کہ ان تشکلات کے پردہ مین انکا حامل ایک اور موجود خارجی ہے جسکو مادہ کہتے ہین تو یہ غلط ہے مادہ کا وجود خارج مین بالکل نہین ہے۔

لوگ کہتے ہین کہ اپنی اس تقریر سے برکلے نے مادیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا لیکن مین کہتا ہون کہ برکلے نے اسی تقریر سے الحاد کی بنیاد کو اور مستحکم کردیا اور برکلے کے فلسفہ تصوریت نے ہیوم کے الحاد کے لیے راستہ صاف کردیا ہیوم نے اسی تقریر کی بنار پر یہ ثابت کیا ہے کہ ہم یہ جو سمجھتے ہین کہ ہم موجود ہین اور ہمارا نفس ادراک کرتا ہے یہ خیال بھی اسی طرح غلط ہے جسطرح یہ خیال کہ خارج مین ہمارے نفس کے باہر کوئی عالم مادی ہے غرض ہیوم کے خیال کی بنار پر نہ کوئی روح و مادہ ہے اور نہ کوئی روحانی و مادی دنیا۔ جو کچھ ہے محض تصورات ہین عقل سے اگر یہ ثابت کرنا چاہو کہ روحانی اور مادی اشیار فی الواقع خارج مین موجود ہین تو تم عقل سے یہ ثابت نہین کرسکتے

ہان چونکہ ہم اپنے ان تصورات کو جو بذریعہ حواس پیدا ہوے ہین جھٹلا نہین سکتے اسلیے ہم ان چیزونکا انکار نہین کر سکتے جو ہمکو خارج مین نظر آتی ہین جو کچھ ہے یہی دنیا ہے جسکو ہم دیکھتے اور جسکا ہم تصور کرتے ہین لیکن اسکا وجود بھی ہم نے کسی عقلی دلیل سے تسلیم نہین کیا ہے پھر روحانی عالم جو ہمارے تصور اور ہمارے مشاہدہ سے بھی بالا ہے ظاہر ہے کہ اوسکو ہم کسطرح مان سکتے ہین۔

(۵) فلسفۂ تجربی حقیقت علم کے متعلق فلسفۂ تصوریت کی ان موشگافیون نے اس مسئلہ کو اور زیادہ پیچیدہ بنا دیا اور فلاسفہ اصل حقیقت سے دور جا پڑے آخر اس انتشار سے گھبرا کر امتداد زمانہ نے فلاسفہ کو یہ سبق سکھایا کہ حقیقت علم کی تشریح سے پہلے یہ طے ہونا چاہیے کہ ذرائع علم کیا کیا ہین یعنی یہ کہ علم حاصل کن ذرائع سے ہوتا ہے؟ تا وقتیکہ پہلے یہ نہ طے ہو جائے کہ علم کے حاصل کرنے کے ذرائع کیا ہین اوسوقت تک حقیقت علم کے متعلق کوئی صحیح نظریہ نہ قائم ہو سکیگا اس خیال نے فلاسفہ کو حقیقت علم کے بجائے ذرائع علم کی بحث کے جانب ملتفت کر دیا اور فلاسفہ مین تین گروہ پیدا ہو گئے۔

تجربیین نے کہا کہ ذرائع علم محض حواس خمسہ ہین حواس نفس مین مختلف احساسات پیدا کرتے ہین اور تجربہ یعنی بار بار ان احساسات کے نفس مین وقوع پذیر ہونے سے ہمارے ذہن مین اشیاء کے باہمی تعلقات کے متعلق ایک اذعانی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور جو چیز ہمارے تجربے سے باہر ہوتی ہے اوسکا ادراک ہم نہین کر سکتے پس ہمارا علم محض اس خارجی دنیا تک محدود ہے جو ہمین نظر آتی ہے اور بار بار ہمارے حواس کے سامنے سے گذرتی ہے اسکے علاوہ حقائق عالم یا ان اشیاء کی حقیقت سے ہم بالکل ناواقف ہین جو ہمارے تجربہ حسی کے ماتحت کبھی نہین آتین اس خیال کے لوگ لاک۔ ہیوم۔ برکلے۔ کانٹ۔ مل۔ وغیرہ ہوے ہین البتہ لاک نے اسپر اتنی بات اور زیادہ کی ہے کہ ہمکو کلیات مجردہ کا ادراک ایک ذہنی قوت کے ذریعہ سے ہوتا ہے جسکو وہ ریفلکشن Reflection کہتا ہے۔

(۶) انٹوئیشنل اسکول لیکن تجربیین کے خلاف لبنز اور ڈیکارٹ کی سربراہی مین عقلیین کے گروہ نے یہ کہا کہ علم کو تجربہ حسی کا مرادف قرار دینا کیونکر جائز ہوگا؟ حواس سے تو صرف جزئیات کا ادراک ہو سکتا ہے لیکن کلیات اور بہت سے اولیات عامہ ایسے ہین جنکے ادراک کے لیے بغیر ایک فوق الحواس قوت کے تسلیم کے چارہ نہین جو کلیات اور اولیات عامہ کے ادراک کا ذریعہ ہوتی ہو یہ ہم اپنے حواس سے بیشک دریافت کرتے ہین کہ جزء کل سے چھوٹا ہوتا ہے لیکن یہ کلیہ کہ ہر جزء اپنے کل سے چھوٹا ہوگا حواس سے نہین معلوم ہو سکتا اسکے ادراک کے لیے ایک فوق الحواس قوت کی ضرورت ہے اور وہ فوق الحواس قوت فطرت انسانی ہے جو ان اولیات عامہ پر بلا دلیل اور بلا وساطت حواس ایمان رکھتی ہے یعنی انسان کے بعض علوم ایسے ہین جو کسی دلیل کے محتاج نہین ہین اور فطری محض ہین ان فطری علوم کی علامت کلیت اور وجوب ہے کلیت اور وجوب جو اولیات عامہ کے مختصات سے ہین انکا ادراک حواس سے کسی طرح نہین ہو سکتا ہم بلاشبہہ یہ دیکھتے ہین کہ زید مر گیا اور تمام افراد انسانیہ مرتے رہتے ہین لیکن ان جزئی مثالون سے یہ کسی طرح ثابت نہین ہوتا کہ زید و عمرو کی طرح انسان کے تمام افراد مر جائینگے نیز ہم اپنے حواس کے سامنے اشیاء کو ایک خاص نہج اور خاص طرز پر موجود پاتے ہین لیکن یہ اس کا ثبوت نہین ہو سکتا کہ آیندہ بھی یہ اشیاء اسی خاص طرز اور اسی خاص نہج پر ہمیشہ موجود رہینگی۔ حاصل یہ کہ ہم اپنے حواس سے اشیاء کی موجودہ حالت کو دریافت کر سکتے ہین لیکن ہمین حواس کے ذریعہ کلیت (یعنی ایک حکم کا کسی نوع کے تمام افراد پر یکسان صادق آنا) اور وجوب (یعنی موجودات کا ہمیشہ یکسان وقوع پذیر ہونا) کا ادراک نہین ہو سکتا یہ ادراکات محض فطری اور تجربہ حسی سے بالاتر ہین اسلیے کہ کلیت اور وجوب کی کوئی مثال ہماری نگاہ کے سامنے سے نہین گذرتی۔

(۷) فلسفۂ حسی یا سنشلزم ان نظریات کے علاوہ فرینچ فلاسفر کانڈیلیک نے تیسرا نظریہ قائم

کیا ہے کہ گو ہم اشیار کی حقیقت کو نہین دریافت کر سکتے لیکن اپنے حواس کے ذریعہ سے مادی تشکلات کا ادراک کر سکتے ہین پس کوئی ضرورت نہین کہ ہم اپنے حواس کے حدود سے تجاوز کرین ہمارا علم صرف حسیات تک محدود ہے اور ہمارے علم کے ذرائع صرف حواس ہین ہمکو ان چیزون سے کوئی غرض نہین جو ہمارے حواس کے سامنے سے نہین گذرتین علم اور احساس یہ دونون مرادف ہین یہی احساس ہے جو کبھی تعقل کی صورت مین نمایان ہو کر کلیات کا ادراک کرتا ہے اور کبھی محض احساس بسیط کی شکل مین جزئیات کے ادراک کا باعث ہوتا ہے غرض تمام مراتب علم احساس کی مختلف شکلین ہین جنمین نوعیت کا نہین بلکہ صرف کمیت کا فرق ہے بلکہ علم کے علاوہ انسان کی جتنی کیفیات نفسانیہ ہین، وہ بھی احساس ہی کی مختلف شکلین ہین اور انکی حقیقت بجز اسکے اور کچھ نہین کہ وہ سب احساس کی تبدیل شدہ صورتین ہین پس انسان کی کیفیت نفسی صرف ایک ہے اور وہ احساس ہے اسکے بعد اور جتنی کیفیات نفسیہ پیدا ہوتی ہین انکی پیدائش احساس ہی سے ہوتی ہے لیکن اب اگر کانڈلیک سے یہ پوچھو کہ احساس بسیط آخر ان تمام ذہنی کیفیات کا تشکل کیونکر اختیار کرتا ہے تو اس سوال کے جواب مین وہ صرف اسیقدر کہکر چپ ہو جاتا ہے کہ بچہ کو دیکھو کہ ابتدا مین وہ چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہوتا ہے لیکن جتنا جتنا وہ بڑھتا جاتا ہے اسکے پٹھے رگین اور اعضار مضبوط ہوتے جاتے ہین یہی حال انسان کے قواے دماغی کا ہے کہ پہلے وہ احساس کی قوت سے بھی عاری ہوتا ہے لیکن رفتہ رفتہ احساس کی قوت اس مین پیدا ہوتی ہے اور یہی احساس ترقی کرتے کرتے مختلف کیفیات نفسیہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے غرض کانڈلیک یہ عقدہ حل کرنے سے قاصر ہے کہ اگر ہمارے علم اور دیگر کیفیات نفسیہ کی حقیقت محض احساس کی کیفیت بسیط ہے تو یہ بسیط احساس جذبہ ارادہ اور دیگر کیفیات نفسیہ کی مختلف صورتین کیونکر اختیار کرتا ہے۔

حقیقت علم کے متعلق فلاسفہ کی غلطیون کے اسباب

یہ مختلف فلاسفہ کے خیالات ہین جو انھون نے علم انسانی کی حقیقت کے متعلق ظاہر کیے ہین، فلاسفہ کے خیالات مین جو ایک انتشار پایا جاتا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ انھون نے اپنے تخیل کو مطلق العنان چھوڑ دیا ہے، اور تخیل کی بلند پردازی بقول فختے کے اتنی بڑی ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ پیدا کر سکتا ہے، حقیقت علم کے متعلق فلاسفہ کے بے بنیاد مباحث کا ابتک کوئی مفید نتیجہ جو برآمد نہین ہوا، اسکے چند اسباب ہین، جنکو ہم یہان بیان کرتے ہین،

فلاسفہ کی غلطیون کا پہلا سبب

(۱) قدما کا ایک عجیب و غریب کلیہ جسپر انکے فلسفہ کی بنا تھی، اور جو فلاسفہ کی کجروی کا باعث تھا، یہ تھا کہ عالم مادی ذہنی کے مماثل ہے، یہی کلیہ تھا جسکی بنا پر بعض یونانیون کا خیال تھا کہ روح مین نہ صرف یہ کہ مادی اجزار شامل ہین بلکہ روح خالص مادی ہے یہ خیال کہ ایک موجود خارجی نفس پر کیونکر اثر کرتا ہے، جبکہ دونون کی حقیقتین جدا جدا ہین، قدمار کے لئے ناقابل فہم تھا، اُن کے نزدیک یہ بات ناممکن تھی کہ ایک مادی شے ایک روحانی شے پر اثر کرے، یہی وجہ ہے کہ اپیکورس اور دیگر یونانی فلاسفہ مادئین نے اس اصول کی بنا پر علم و تصور کی وہ عجیب و غریب توجیہ بیان کی جو اوپر ہم نقل کر چکے ہین، اور جسکا ماحصل یہ ہے کہ چونکہ ناممکن ہے کہ ایک مادی شے ایک روحانی شے سے، یا ایک روحانی شے ایک مادی شے سے اثر پذیر ہو، اسلئے یہ بھی ناممکن ہے کہ کسی مادی شے کا ہمارے حواس ظاہری کے سامنے آجانا ہمارے اندر علم و اذعان کی کیفیت پیدا کرتا ہو، پس علم محض اسوجہ سے نہین حاصل ہوتا کہ کوئی شے ہماری آنکھ یا کان کے سامنے موجود ہے، اور ہمارے حواس کو متاثر کر رہی ہے، بلکہ ہمکو علم اسوجہ سے حاصل ہوتا ہے کہ تمام مادی چیزین ہر وقت اپنے غیر محسوس اجزار اپنے اندر سے نکالا کرتی ہین، جو ہمارے حواس سے مماس ہوتے اور ہمارے نفس مین علم کی کیفیت پیدا کرتے ہین۔

غرض قدماء یونان کے اقوال کا ماحصل صرف اتنا ہے کہ چونکہ اُن کے نزدیک یہ ناممکن ہے
کہ کوئی مادی شے کسی روحانی شے سے یا کوئی روحانی شے کسی مادی شے سے اثر پذیر ہو، اسلئے جو
فلاسفہ صرف مادہ کو اصل کائنات سمجھتے ہین، انھون نے نفس کو مادی مانکر علم کی تشریح یہ کی کہ اشیاء
خود اپنے غیر محسوس مادی اجزا سے نفس کو اثر پذیر کرتے ہین، اور نفس ان اثرات کو قبول کر لیتا ہے
اور جو فلاسفہ نفس کے روحانی ہونے کے قائل ہین، اُنکی تشریح کا ماحصل یہ ہے کہ جو شے خارج مین
موجود ہے، اس شے پر جو ذہن مین ہے، اسوقت تک اثر نہین کر سکتی تاوقتیکہ توسط کسی روحانی شے کا
نہو، یہی وجہ ہے کہ ارسطو اور افلاطون جو روحانیین مین سے ہین، اس بات مین متفق ہین کہ نفس
ذہن ایک موجود روحانی ہے، نیز اس بات مین بھی متفق ہین کہ ایک موجود مادی کسی موجود روحانی
پر از خود اثر نہین ڈال سکتا بلکہ ایک روحانی شے کے وسیلہ سے اثر ڈالتا ہے، لیکن اختلاف ہے تو
اس امر مین کہ آیا وہ شے جو علم کا ذریعہ ہوتی ہے موجود خارجی کے ساتھ ساتھ پائی جاتی ہے یا اس سے
الگ اور قائم بالذات ہے، افلاطون تو اسکے متعلق یہ لکھتا ہے کہ علم کے یہ ذرائع خارج مین موجودات
خارجیہ سے الگ قائم بالذات ہین، اور وہی جب ذہن مین آتے ہین تو اسکو ہم کیفیت علم سے
تعبیر کرتے ہین، اس مذہب کا نام اصطلاح مین ریلزم ہے، یعنی یہ کہ کلیات کا وجود خارجی
علیحدہ ہے، بخلاف اسکے ارسطو کا خیال یہ ہے کہ یہ ذرائع موجودات خارجیہ سے علیحدہ خارج
مین کہین موجود نہین ہین، بلکہ ذہن مین آکر یہ اشباح ذہنی کی صورت اختیار کرتے ہین، اور ان
اشباح کا ذہن مین آجانا اسی کا نام علم ہے،

غرض فلاسفۂ یونان بلکہ فلاسفۂ یورپ مین بھی اکثر کا اسپر اتفاق ہے کہ ذہن مین حصول
اشیاء بانفسہا نہین ہوتا بلکہ حصول اشیاء باشباحہا ہوتا ہے، لیکن ڈاکٹر ریڈ نے نہایت سختی سے
اس مذہب کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ذہن مین خود نفس شے حاصل ہوتی ہے، اور یہ

خیال کہ نفس تو روحانی شے ہے اسمین کسی مادی شے کا انطباع کیسے ہو سکتا ہے، یہ خیال غلط ہے
اصل یہ ہے کہ شبح و مثال کا خیال جس بنا پر فلاسفہ کو پیدا ہوا اور جو گویا آئیڈیلزم (فلسفہ تصوریت)
کی بنا رہے، وہی سرے سے غلط ہے، آئیڈیلزم کی بنا صرف یہ ہے کہ فلاسفہ نے سب سے پہلے
گویا اپنے نزدیک یہ طے کر لیا کہ ایک روحانی اور ایک مادی شے جنکے ظروف علیحدہ علیحدہ ہون
بلا توسط کسی دوسری شے کے باہم یہ تاثر نہین کر سکتے، اور مادہ کا اثر روح پر یا روح کا اثر مادہ پر
بلا توسط نہین پڑ سکتا، اس خیال نے اُنکو دھوکہ مین ڈالا اور چونکہ وہ اسکا انکار نہین کر سکتے تھے
کہ ذہن و مادہ باہم ایک دوسرے سے اثر پذیر رہتے ہین، اسلئے انھون نے ایک دوسری
بے بنیاد اصل یہ قائم کر لی کہ اندرونی دنیا بیرونی دنیا کے مشابہ ہے، اور یا اگر مشابہ نہین ہے،
تو کم از کم اندرونی دنیا بیرونی دنیا سے بذریعۂ علامات و آثار اور بذریعہ امثال و اشباح اثر پذیر
ہوتی ہے، ارسطو کا تمام فلسفہ انہین بے بنیاد اصول پر مبنی ہے، اُسکے نفسیات اور الٰہیات
سب مین اس بے بنیاد اصول کی جھلک پائی جاتی ہے، اس اصول کی بنا پر اس نے حواس
خمسہ باطنی مین حس مشترک کو شامل کیا جو قوت باصرہ اور قوت خیالی کے مابین واسطہ ہے اور
جسکو ایک طرف قوت باصرہ سے مادیت کی بنا پر مناسبت ہے اور دوسری طرف روحانیت کی
بنا پر خیال سے، حالانکہ خود ارسطو نے علم کی تشریح کرتے ہوئے اپنا جو خیال انطباع صور کا ظاہر کیا ہے
اسکا تعلق درحقیقت قوت باصرہ سے ہے نہ کہ نفس سے۔

فلاسفہ کی غلطیون کا دوسرا سبب

(۲) دوسرا بڑا سبب اس مسئلہ مین فلاسفہ کی غلطیون کا یہ ہے کہ
لوگ کسی مسئلہ پر اُسکے اپنے ذرائع اور اُسکے اپنے اصل ماخذ سے بحث نہین کرتے بلکہ ہر جگہ یکسان
منطقی دلائل استعمال کرتے ہین، جسکے باعث کسی مسئلہ کا واقعی حل نہین ہوتا بلکہ اور پیچیدگی بڑھجاتی ہے
مزید بران انکے دلائل بھی اسقدر مغالطہ آمیز اور تشبیہات پر مبنی ہوتے ہین کہ انکو اصلی وجود

خارجی سے بالکل مطابقت نہین ہوتی، مثلاً یہی حقیقت علم کی بحث ہے کہ اسکا ماخذ درحقیقت علم النفس ہونا چاہیئے تھا جسمین انسان کے کیفیات نفسیہ سے بحث کیجاتی ہے، علم ایک کیفیت نفسی ہے، پھر نفسیات سے علم کی بحث مین قطع نظر کر لینے کے کیا معنی ہین، لیکن فلاسفہ نے حقیقت علم کی تشریح کرتے ہوئے اس نکتہ کو بالکل نظرانداز کیا اور عقلی دلائل سے اس مسئلہ کو بھی حل کرنا چاہا جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی حقیقت علم کے مسئلہ پر جہالت کی تاریکی اسطرح چھائی ہوئی ہے جسطرح آج سے دو ہزار برس پیشتر چھائی ہوئی تھی، پس اس مسئلہ کا حل کرنا درحقیقت الٰہیات اور علمیات کے بس کی بات نہین، بلکہ اس مسئلہ کا تعلق علم النفس سے ہے، یہی نتیجہ ہے جسپر آج فلاسفہ مدتون کے غور و فکر کے بعد پہنچے ہین، اور اب وہ بجائے عقلی دلائل کے صرف نفس کے اندرونی قوانین کی بنا پر اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہین، ہم بھی ذیل مین انہین فلاسفہ کے تتبع مین محض نفسانی اصول کی رہبری مین اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرینگے،

کوائف نفسانیہ اور مدارج علم کی تشریح

لیکن قبل اسکے کہ ہم حقیقت علم کی تشریح کو شروع کرین، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نفسانی کوائف اور مدارج علم کی بھی تشریح کر دین، تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ علم کو دیگر کوائف نفسانیہ کے ساتھ کیا تعلق ہے،

اپنے ذہنی حالات پر غور کرنے سے ہمین نظر آتا ہے کہ ہماری ذہنی کیفیتین چار قسم کی ہین،

(۱) حسیات یعنی وہ ادراکات جو بذریعہ حواس حاصل ہوتے ہین،

(۲) ادراکات وخیالات، یعنی وہ ادراکات جو اپنی اندرونی ترتیب سے ذہنی قوانین کی بنا پر نفس حاصل کرتا ہے،

(۳) جذبات، مثلاً جذبۂ غضب، وجذبۂ محبت وغیرہ،

(۴) ارادہ، جو ہماری حرکت عضلی کا باعث ہوتا ہے،

یہ ہماری ذہنی کیفیتون کی تقسیم ہے، جو اپنے ضمیر پر غور کرنے سے ہمین نظر آتی ہے، اس تقسیم مین نئی بات صرف یہ ہے کہ حسیات کو عام خیال کے خلاف ذہنی کیفیات مین داخل کیا گیا ہے، حالانکہ عموماً فلاسفہ نے انسان کے کوائف جسمانی مین حسیات کا شمار کیا تھا، لیکن ان لوگون کی بڑی فروگذاشت یہ تھی کہ چونکہ حس کی پیدائش کی باعث چند جسمانی کیفیتین ہوتی ہین، اسلئے ان لوگون نے اصل احساس کو کیفیات جسمانی مین شمار کیا، بلاشبہہ حاسۂ بصارت یعنی آنکھ، اور حاسۂ سماعت یعنی کان، یہ جسم کے حصے ہین، لیکن اصلی احساس جسمانی کیفیات مین سے نہین ہے بلکہ وہ ذہنی کیفیات مین سے ہے، اور اگر نفس کی کوئی صحیح تشریح ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ نفس ایک ذی حس جوہر کا نام ہے، پس اگر خود حس کو کیفیات نفسیہ سے نکال لیا جائے تو نفس کی حقیقت کے لئے کیا باقی رہ جائیگا، بہرحال اگرچہ یہ صحیح ہے کہ حسیات کو حواس ظاہری کے ساتھ جو جسم کے خارجی اور عضوی حصہ ہین، ایک گونہ تعلق ہے، لیکن حسیات یعنی وہ ادراکات جو بذریعہ حواس حاصل ہوتے ہین خیالات اور ادراکات نفسانی کی طرح ان کا شمار بھی کیفیات نفسیہ مین ہونا چاہیئے۔

غرض کیفیات نفسیہ کی جو تقسیم اوپر کیگئی ہے، اُن مین سے حسیات کا تعلق تو ظاہر ہے کہ ہمارے حواس ظاہری کے ساتھ بطور علت ومعلول کے ہے، یعنی یہ کہ مختلف حسیات کے لئے ہمارے جسم کے بعض حصے مخصوص ہین، البتہ بقیہ کیفیات نفسیہ (ادراکات، جذبات، ارادہ) کے متعلق یہ اختلاف پیدا ہوگیا ہے کہ حسیات کی طرح ان کوائف نفسیہ کے لئے بھی کچھ اعضا مخصوص کر دیئے گئے ہین یا نہین اس سوال کا جواب گو بعض علمائے تشریح نے اثبات مین دیا ہے، لیکن باایں ہمہ وہ یہ بتانے سے قاصر رہے ہین کہ ان اعصاب باطنی یا اعضائے باطنی کی حقیقت کیا ہے

بہرحال اثبات و نفی کے ان دو مذاہب مین سے جو مذہب صحیح مانا جائے، ہماری بحث کا تعلق صرف اول الذکر دو کیفیات نفسیہ یعنی حسیات و ادراکات کے ساتھ ہے تحصیل کے لئے خواہ کوئی حاسہ باطنی مخصوص ہو یا نہو لیکن ہم ذیل مین محض ان قوانین نفسانی سے بحث کرینگے جنکے مطابق ذہن مین حسیات و ادراکات پیدا ہوتے ہین -

کیفیات نفسیہ کی جو تقسیم اوپر کیگئی ہے اُسکے دیکھنے سے صاف نظر آتا ہے کہ اول الذکر دو قسمون یعنی حسیات و ادراکات کا تعلق نفس ذہنی کی حالت ادراکی یا قوت وقوفی سے ہے اور باقی کوائف کا تعلق نفس ذہنی کی قوت جذبی و ارادی کے ساتھ، اس بنا پر اس مضمون مین ہمکو صرف اول الذکر دو کیفیتون سے بحث کرنا ہے، اور یہی دو کیفیتین ہین جنکے تحت مین تمام اقسام ادراک و علم شامل ہین، حالت وقوفی یا کیفیات ادراکی کا وہ حصہ جو بیشتر بیرون اعضا پر انحصار کرتا ہے اسکو اُوپر کی تقسیم مین حسیات کے ضمن مین داخل کیا گیا ہے، اور علم کے دوسرے حصہ کو جسکی تنظیم و ترتیب ذہنی قوانین کی بنا پر عمل مین آتی ہے اُسکو ادراکات کے علم مین، غرض انسان کی کیفیت وقوفی یا حالت ادراکی کو ان کوائف نفسانی کے اعتبار سے جن پر کیفیت علم مشتمل ہے تین قسمون مین تقسیم کرنا چاہیے -

(۱) حس (۲) تصور (۳) تجرید ذہنی یا تعقل،

ان مین سے حس کا شمار کوائف نفسانی کی پہلی قسم مین ہے، اور تصور و تعقل کا شمار کوائف نفسانی کی دوسری قسم مین ہے، یعنی ان ادراکات مین جو نفس کی اندرونی ترتیب اور اندرونی اثرات سے پیدا ہوتے ہین، لیکن چونکہ علم انسانی کا سب سے ادنیٰ اور ابتدائی درجہ حس کا ہی اسلئے ہم سب سے پہلے حس کی تشریح سے بحث شروع کرتے ہین،

کیفیت حس کی تشریح

حس، علم و ادراک کی ایک بسیط کیفیت ہے، اسلئے اسکی حقیقت کو منطقی

تعریف سے واضح کرنا مشکل ہے، حس تو کیفیت نفسانی ہے جسکا تعلق نفس کے ساتھ ہے خود بعض مادی کیفیتین ایسی ہین جنکی باوجود وضاحت کے تعریف نہین کیجا سکتی ہے، لیکن چونکہ ہمین حس کی قوت محرکہ کا علم ہے اسلئے ہم حس کی قوت محرکہ کو فصل قرار دیکر حس کی تعریف یون کرسکتے ہین کہ حس اس کیفیت کا نام ہے جو اسوقت وجود مین آتی ہے جب اعصاب حس پر کوئی ہیج خارجی عامل ہوتا ہے،

اصل یہ ہے کہ گو حس ایک کیفیت نفسانی ہے، لیکن یہ کیفیت اس قسم کی ہے کہ اپنے وجود کے لئے تمامتر مادی حالات کی محتاج ہے، اسلئے اسکا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے اسکے مقدمات مادی کو خیال مین رکھنا لازمی ہے، ان مقدمات مادی کو ہم ذیل کی مثالون سے واضح کرتے ہین،

فرض کرو کہ اسوقت بادل کی گرج کی آواز ہمین سنائی دی، اس موقع پر تین حادثہ ایک ساتھ وقوع پذیر ہوتے ہین،

(۱) پہلے جو یا فضا مین ایک خاص تغیر واقع ہونے کے سبب ہوا مین خاص قسم کے تموجات پیدا ہوئے، جنکا تھپیڑا ہمارے کان کے اندرونی جلد پر آکر لگا -

(۲) اسکے بعد اس ہیج مادی سے عصب سمعی یون اثر پذیر ہوا کہ اسکے ذرات مین ایک خاص طرح کی لرزش پیدا ہوگئی،

(۳) اب یہ لرزش جب دماغ کے اس حصہ تک پہنچی جو مرکز سماعت ہے تو وہان یہ ارتعاش تبدیل ہو کر ایک شعوری یا نفسی کیفیت بنگیا،

ان تینون مدارج مین سب سے آخری منزل حس کی ہے اور بقیہ دو منزلین مقدمات مادی سے متعلق ہین،

اسی طرح ہمارے سامنے ایک کتاب رکھی ہوئی ہے، کتاب کے نظر کے سامنے آنے سے

ایہتر مین توجات پیدا ہوئے، ان توجات کا اثر یہ ہوا کہ اعصاب بصری کے ذریعہ سے مشبکہ پر کتاب کی تصویر چھپ گئی، اور جب یہ تصویر دماغ تک پہنچی تو نفس نے کتاب کا ادراک کرلیا، اسی طرح مثلاً ہمارے سامنے میز رکہا ہوا ہے، ہم میز کو دیکھتے ہین اور دیکھکر اسکا علم حاصل کرتے ہین غرض کیفیت حس کے تحت مین تمام وہ صورتین داخل ہین جنمین ایک شے ہمارے حاسہ کے سامنے ہوتی ہے، اور اس حاسہ کے ذریعہ سے ہم اس شئے کا ادراک کرتے ہین، چھوکر کسی شی کو دریافت کرنا، سونگھکر خوشبو کا علم، چکھکر ذائقہ کا احساس یہ سب صورتین اسی قسم مین داخل ہین،

پس تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ علم احساس نفسی کی کیفیت انفعالی کا نام ہے، یعنی یہ کہ خارج مین جب کوئی نیا تغیر واقع ہوتا ہے تو اس تغیر سے بذریعہ اعصاب نفس اثر پذیر ہوتا ہے اور اپنی اس اندرونی تغیر کا جو اُسکی اثر پذیری کا نتیجہ ہوتا ہے، ادراک کرلیتا ہے تو گویا اس بنا پر کیفیت حس نام ہے تغیرات خارجی کے اس عکس کا جو نفس پر پڑتا ہے اور جس سے نفس متاثر ہوتا ہے لیکن بعض لوگون کا اسکے خلاف یہ خیال ہے کہ کیفیت حس فعلی و انفعالی دو کیفیتون کے مجموعہ کا نام ہے یہ لوگ کہتے ہین کہ علم احساسی تین اعمال پر مشتمل ہوتا ہے،

(۱) شے خارجی حاسہ کے سامنے آتی یا اس سے مماس ہوتی ہے اسکے بعد

(۲) نفس مین اس سے ایک اثر پیدا ہوتا ہے،

یہ دونون عمل گویا نفس کی کیفیت انفعالی سے متعلق ہین اب اسکے بعد

(۳) جس چیز نے نفس کو اپنے سے اثر پذیر کیا ہے اُسکے خارجی وجود کا نفس اعتقاد کرلیتا ہے یہی عمل ہے جسکا تعلق نفس کی کیفیت فعلی کے ساتھ ہے،

اعصاب و اعضای حس اور مہیجات حواس

تقریر بالا مین عمل حس کی تحلیل و تجرید کرنے سے حس کی تعریف تو ذہن نشین ہوگئی لیکن آئندہ بیانات مین سہولت تفہیم کی غرض سے اجزاء حس کو

ایکبار پھر ذہن نشین کرلو، اجزاء حس تین ہین،

(۱) مہیج خارجی کا حاسہ کے سامنے آنا یا اس سے مماس ہونا

(۲) اعصاب حس مین تغیر جدید کا واقع ہونا،

(۳) اس جدید تغیر عصبی کا دماغ مین جاکر حس مین تبدیل ہونا،

ان تین اجزاء حس مین سے پہلے اور دوسرے اجزاء سے بحث کرنا علم تشریح اور علم وظائف الاعضا کا وظیفہ ہے، نفسیات مین ان سے بحث نہین ہوتی، نفسیات مین صرف تیسرے جزو سے بحث ہوتی ہے، لیکن بااین ہمہ نفسیات کو اس سے غرض نہین کہ ایک مادی ارتعاش کیونکر ایک کیفیت نفسی مین تبدیل ہوجاتا ہے، وہ اس حقیقت کو اصول موضوعہ کے طور پر تسلیم کرلیتا ہے، یہ بحث اگر ہوسکتی ہے تو الٰہیات اور مابعد الطبیعیات مین، البتہ یہان کیفیت حس کی مزید تشریح کی غرض سے اسکے مقدمات مادی کے متعلق یہ بتادینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اعمال نفس کی تنظیم و ترتیب کیلئے قدرت نے ہمارے جسم مین ایک نظام اعضا یعنی رگون اور پٹھون کا جال پیدا کیا ہے جو اندرونی اور بیرونی دنیا مین تعلق پیدا کرتا ہے، اجزاء حس مین سے پہلے جزو کی تکمیل کے بعد دوسرے جزو کی تکمیل اسی نظام اعصاب کی بدولت عمل مین آتی ہے، ان اعصاب کا مرکز دماغ ہے جہان سے یہ پہوٹتے ہین، اور ایک جال کی صورت بناتے ہوئے تمام جسم مین دوڑ گئے ہین، ان اعصاب مین سے بعض ایسے اعصاب ہین جو نفس مین صرف تحریک پیدا کرتے ہین، حرکات عضلی اور تمدد عضلی کا تعلق اس قسم کے اعصاب سے ہے، لیکن بعض وہ ہین جو محض ذریعۂ احساس ہین، یعنی جنکے ذریعہ سے نفس عقلی حس کرتا ہے، ان اعصاب کو تحریک عضلات سے کوئی تعلق نہین، اس قسم کے اعصاب کی مختلف حالتین ہین، بعض وہ ہین جو صرف روشنی اور اثیر سے اثر پذیر ہوتے ہین اور اُن کا وظیفہ محض بصارت ہے، بعض وہ ہین جو محض ہوا کے

تموج سے اثر پذیر ہوتے ہین اور روشنی اور دیگر اشیا، اُنکے تہیج مین بے اثر رہتی ہین اور اُن کا وظیفہ محض سماعت ہے، غرض ان اعصاب کے وظائف اور اُن کے ہیجات کے اختلاف کے باعث ان اعصاب کی حالتین مختلف ہوگئی ہین، اور اس بنا پر انسان کے حسیات کی ترتیب و تقسیم بھی عموماً اس طرز پر کیگئی ہے کہ ایک قسم کے تہیج سے جتنے حسیات پیدا ہوتے ہین، ان کا ایک طبقہ قرار دیا جاتا ہے لیکن چونکہ ان اعصاب کے وظائف کے اعتبار سے آلات حس مین بھی اختلاف و تنوع پیدا ہوگیا ہے، اسلئے حسیات کی تقسیم مین آلات حس کے اختلاف کو مدنظر رکھنا ازبس ضروری ہے، کیونکہ وظائف اعصاب کے اختلاف کے دریافت کرنے کا طریقہ اس سے بہتر کوئی نہین ہے کہ آلات حواس کے اختلاف کو پہلے مدنظر رکھا جاے، غرض آلات حس اور وظائف اعصاب کے لحاظ سے حیات انسانی کی تقسیم حسب ذیل کیگئی ہے:-

(۱) حس باصرہ، جس سے رنگ اور روشنی محسوس ہوتی ہے،

(۲) حس سامعہ، جس سے آوازون کا احساس ہوتا ہے،

(۳) حس شامہ، بو اور خوشبو کو دریافت کرنیکی قوت،

(۴) حس لامسہ، جسکا تعلق چھونے سے ہے،

(۵) حس ذائقہ، چیزون کا مزہ بتانے والی قوت،

(۶) حس عضلی، مزاحمت، وزن اعضا، جسم کی حرکات اور اُن کے تعلقات کو دریافت کرنے والی قوت،

(۷) حس جلدی، یہ قوت لامسہ سے بالکل متمائز ہے، گرمی، سردی، کھجلی اور دباؤ کا احساس اسی قوت سے ہوتا ہے،

یہ سات قواے حس ہین جنمین سے ہر ایک کے لئے جسم کے بعض حصہ مخصوص ہین جو بعض

حالتون مین بہت صاف اور واضح ہین، مثلاً حس سامعہ کے لئے کان، حس باصرہ کے لئے آنکھ حس شامہ کے لئے ناک، حس ذائقہ کے لئے کام و زبان، اور جسم کے یہ مخصوص حصے آلات حس کہلاتے ہین، مثلاً آنکھ آلہ ابصارت اور کان آلہ سماعت ہے، لیکن حس عضلی اور حس جلدی یہ دو ایسی قوتین ہین جنکے لئے اعضا جسم کا مخصوص ہونا ابتک پردۂ خفا مین تھا جو ذرات کہ گرمی، سردی، درد اور مزاحمت کا احساس کرتے ہین، ان کا انکشاف ابھی حال مین ہوا ہے، قدما و فلاسفہ کے لئے وہ غیر معلوم تھے، اسلئے وہ حواس کو پانچ تک محدود رکھتے تھے، غرض یہی سات حواس ہین جو ہمارے تمام علوم و ادراکات کے ذرائع ہین، جب کسی حاسہ کے سامنے کوئی شے آتی ہے تو وہ حاسہ اس شے سے اثر پذیر ہوتا ہے، اور نفس اس حاسہ کے ذریعہ سے اس اثر کو قبول کرتا، اور اس شے کا علم حاصل کرلیتا ہے، لیکن چونکہ جیسا پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ ان اعصاب کے ہیجات بھی ایک خاص نوعیت کے ہوتے ہین، مثلاً آنکھ کے لئے ایتھر اور کان کے لئے ہوا، اسلئے جو ہیج ایک حس کے لئے موثر ہوتا ہے وہ دوسرے حس کے لئے بالکل بے اثر رہتا ہے، اندھے کی آنکھ کے قریب کتنی ہی تیز روشنی لاؤ، اسے مطلق تمیز نہ ہوگی، یہی وجہ ہے کہ ان قوا مین سے ہر ہر قوت کا علحدہ علحدہ مخصوص کام ہے، کوئی قوت دوسری قوت کا کام نہین انجام دیسکتی ہم آنکھ سے سُن نہین سکتے، اور چھو کر دیکھ نہین سکتے، کیونکہ کان صرف ہوا کے تموجات سے اور آنکھ صرف ایتھر کے تموجات سے اثر قبول کرتی ہے، اور یہ دونون ہیجات بالکل مختلف الانواع ہین، اسی بنا پر یہ کلیہ قائم کیا گیا ہے کہ ان مین سے ہر ہر قوت کا علحدہ مخصوص کام ہے جسکو دوسری قوت نہین انجام دیسکتی، اس بات مین تمام عقلا

بجز بعض اشاعرہ و متکلمین کے اتفاق ہے،[1]

[1] اس بحث مین درحقیقت دو سوال ہین ایک مابعد الطبیعیات کے نقطۂ نظر سے اور دوسرا محض طبعی حیثیت سے یہ طبعی واقعہ ہر شخص کے تجربہ مین آیا ہے کہ آنکھین سن نہین سکتین اور کان دیکھ نہین سکتے، لیکن سوال یہ ہے کہ "سکنے" یا "نہ سکنے" کے کیا معنی ہین، طبعی حیثیت سے تو صحیح ہے کہ اسکے خلاف کبھی واقع نہین ہوتا، کیونکہ یہ دونون حاسے جن چیزون سے اثر پذیر ہوتے ہین وہ خاصیت تاثیر مین بالکل مختلف ہین اور خود ان حاسون مین بھی بلحاظ قابلیت تاثیر نیز بلحاظ صنع و ترکیب عضوی سخت اختلاف ہے، اور علوم طبیعیہ کا فرض اسی مقام پر آکر ختم ہوجاتا ہے، علوم طبیعیہ کے نقطۂ نظر سے علیت کی تعریف وہی ہے جو مل نے کی ہے کہ اشیاء کے دائمی اور غیر مشروط تقدم و تاخر کو علیت کہتے ہین، لیکن مابعد الطبیعیات کے نقطۂ نظر سے علیت کے دوسرے ہی معنی آتے ہین، اور قابلیت یا صنعت و ترکیب عضوی کے مباحث سے متجاوز ہوکر علت و معلول کے اس اندرونی تعلق کو بھی دریافت کرنا چاہتا ہے جو در اصل واقعات و حوادث کے وقوع یا تخلیق کا باعث ہوتا ہے اور اس بنا پر مابعد الطبیعیات کے نقطۂ نظر سے علیت کے لئے محض قبلیت و بعدیت کافی نہین اور نہ اسکو قابلیت تاثر اور ترکیب عضوی کے جوابات مطمئن کرسکتے ہین، چنانچہ اسی بنا پر واقعہ خارجی سے نفس کے تاثر کے مسئلہ مین فلاسفہ کا سخت اختلاف ہوگیا ہے، استقصار مذاہب کی ضرورت نہین صرف تین مذاہب کا بیان کردینا کافی ہوگا جو اہم ترین ہین۔

(۱) ارسطو اور لیبنز کہتے ہین کہ خدا یا علت العلل نے ہر چیز مین ایک خاصیت ودیعت کی ہے، اور اس خاصیت کی بنا پر ہر چیز سے (خواہ وہ عضو ہو یا عناصر ہون یا مرکبات ہون یا قوای جسمانیہ و نفسیہ ہون) اپنے اپنے شروط و حالات کے مطابق افعال صادر ہوتے رہتے ہین،

(۲) میلبرانش کہتا ہے کہ یہ سب خدا کے کارنامے ہین، بیجان طبیعت مین فعلیت کی صلاحیت ہی نہین ہے، جب ہم سنتے ہین تو خدا سننے کی قوت ہم مین پیدا کردیتا ہے،

(۳) ہیوم اور متکلمین اشاعرہ کہتے ہین کہ علیت کوئی چیز نہین ہے علت و معلول مین محض تعلق عادی ہوتا ہے، ہیوم اسکے آگے کوئی تشریح نہین کرتا، لیکن متکلمین آگے چل کر میلبرانش سے متفق ہوجاتے ہین یعنی وہ کہتے ہین کہ ہمارے اعضاء و قوی کے افعال محض فعل و مشیت باری سے انجام پاتے ہین، اصل یہ ہے کہ زیادہ عمیق نظر کرنے سے علیت کی تھیوری بیکار معلوم ہوتی ہے اور مابعد الطبیعیات کے نقطۂ نگاہ سے متکلمین ہی کا مذہب صحیح ہے مگر مجھے بالذات متکلمین سے یہان پر اختلاف ہے جب وہ مسئلہ تشابہ اجسام کے ذریعہ سے علیت کو باطل کرتے ہین سائنس دان بھی تشابہ اجسام کے قائل ہین لیکن طبعی لحاظ سے اُن کا زاویہ تحقیق دوسرا ہے تشابہ اجسام کا مطلب طبعی نقطۂ نظر سے صرف اسقدر ہے کہ بلحاظ اجزاء لایتجزی (خواہ یہ کسی طرح کے ہون برقی سالمات ہون یا کچھ اور) جو جسم کے آخری حصہ ہین تمام اجسام متشابہ الحقیقۃ ہین لیکن بلحاظ ترکیب اور بلحاظ خاصیت (جو ترکیب سے پیدا ہوئی ہے) مختلف ہین غرض تشابہ اجسام ایک طبعی مسئلہ ہے اور طبیعیات خاصیت و طبیعت و علیت کے منکر نہین ہین البتہ مابعد الطبیعیات کے نقطۂ نظر سے متکلمین کا مذہب صحیح ہے

اسلام کی تمدنی کامیابیان

تمدنی ترقی کا اصلی راز

(از مولانا عبد السلام ندوی)

عیسائی مذہب کی تمدنی ناکامیون کی جو داستان گذشتہ نمبر مین گذر چکی ہے، اسکے اخیر مین اس ناکامیابی کا راز ان الفاظ مین بیان کیا گیا ہے،

"صرف اخلاقی موثر قومون کی سعادت کا کفیل نہین ہوسکتا بلکہ انکی تمدنی عظمت کے لئے ایک اور چیز کی ضرورت ہے، اخلاقی موثر کی تشبیہ ایک بیج سے دیجاسکتی ہے، جو صرف عمدہ زمین مین نشو و نما حاصل کرسکتا ہے، بنجر زمین مین نہین اگ سکتا، یہ کوئی نئی مثال نہین ہے بلکہ اسکو واعظون نے، علمائے اخلاق نے، اور متکلمین نے انجیل مقدس کے بعد اس کثرت سے بار بار دہرایا ہے کہ وہ ایک بدیہی چیز ہوگئی ہے، لیکن بدقسمتی سے اس بدیہی مثال مین یہ غلطی بھی شامل کردیگئی ہے کہ بیج کی عمدگی زمین کو بھی عمدہ بنالیتی ہے، اور یہ دعوی کردیا گیا ہے کہ کوئی زمین ناقابل نہین ہوتی، خرابی صرف بیج مین ہوتی ہے"

عیسائی مذہب پہلا مذہب ہے، جس نے سب سے پہلے اس غلط اصول پر عمل کیا اور بودھ مذہب نے اسکی تقلید کی، نتیجہ یہ ہوا کہ نہایت افسوسناک طور پر بیج رائگان گئے، لیکن اسلام کے قبضہ مین جو قطعۂ زمین آیا تھا وہ اس سے بھی زیادہ ناہموار، بنجر، اور غیر صالح تھا، اور اسپر مستزاد یہ کہ اسکا رقبہ عیسائیت کے رقبہ سے بہت زیادہ وسیع تھا، عیسائیت صرف ایک قوم ایک ملک، اور ایک خطہ کی اصلاح کرنا چاہتی تھی، لیکن اسلام تمام دنیا کے لئے ابر رحمت بنکر

آیا تھا، اِسلئے اگر وہ عملاً وہی غلطی کرتا جس نے عیسائیت کو تمدنی ترقی مین اسقدر ناکامیاب رکھا تو دنیا کی تمام کھیتیان اس سے بھی زیادہ افسوسناک طریقے سے برباد ہوتین، لیکن اسلام کا سب سے بڑا کارنامہ یہی کہ اُس نے تخم ریزی سے پہلے عمدہ زمین کا انتخاب کیا، اور جو زمینین ناہموار تھین، اُنکو ہموار بنایا،

مسلمان ابتک صرف اس نشہ مین چور ہین، کہ اسلام ایک شاندار تمدن کا بانی ہے لیکن متذکرہ بالا نظریہ کو سامنے رکھکر اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرو تو تمکو نظر آئیگا کہ اسلام صرف ایک عظیم الشان تمدن کا بانی نہین، بلکہ وہ ایک عظیم الشان تمدنی نظریہ کا موجد ہے، اگر گذشتہ زمانہ مین عیسائی مذہب اسکے تمدن کے سامنے سرنگون تھا تو آج اسلام کا یہ علمی نظریہ عیسائی مذہب کے طریقۂ تعلیم کو شرمندہ کرسکتا ہے، کسان کو جو کچھ دشواریان پیش آتی ہین، زمین کے صالح بنانے مین پیش آتی ہین، ورنہ زمین مین بیج کا بکھیرنا نہایت آسان کام ہے اور اُسکو ہر شخص کرسکتا ہے، اسلام صرف زمین کے صالح بنانے کے لئے آیا تھا، اسلئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرض نبوت اوا کرنا چاہا تو سخت مشکلین درپیش تھین اگر آپکا فرض اسیقدر ہوتا کہ مسیح علیہ السلام کی طرح صرف تبلیغ دعوت پر اکتفا فرمائین یا حضرت کلیم کی طرح اپنی قوم کو لیکر مصر سے نکل جائین تو مشکل نہ تھی، لیکن خاتم انبیا کا کام خود سلامت رہکر عرب، اور نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم کو فروغ اسلام سے منور کرنا تھا، اسلئے نہایت تدبیر اور تدریج سے کام لینا پڑا۔[1]

اسلام کے جیب و دامن مین سب سے زیادہ قیمتی بیج توحید کا تھا، جسکے لئے عمدہ قطعۂ زمین کا انتخاب نہایت ضروری تھا، عرب کی تمام زمین اگرچہ ناہموار، بنجر اور غیر صالح تھی تاہم

[1] سیرت نبوی جلد اول،

ایک چھوٹا سا ٹکڑا ایسا بھی تھا جسمین نہایت آسانی کے ساتھ اُسکو نشو و نما حاصل ہوسکتی تھی، رسول اللہ صلعم نے پہلا بیج اسی زمین مین ڈالا، اور وہ بہت جلد بار آور ہوا، یعنی آپ نے جن لوگون کو اول اول دعوت توحید دی وہ آپکی پہلی آواز پر اسلام لائے اور اُنکے ذریعہ سے اور لوگون نے بھی اسلام قبول کیا، تین برس تک آپ نے اسی طرح اسلام کی اشاعت کی اور اس طرح جب مسلمانون کی ایک جماعت تیار ہوگئی تو صاف حکم آیا،

فاصدع بما تؤمر

تجھکو جو حکم دیا گیا ہے اُسکو صاف صاف بیان کردے،

لیکن اس غلغلہ انگیز صدا کا دائرۂ تموج بھی محدود کردیا گیا اور حکم آیا،

وانذر عشیرتک الاقربین

اور اپنے نزدیک کے خاندان والون کو خدا سے ڈرا،

آپ نے اس حکم کی تعمیل کی، لیکن ابتدائی نتیجہ ناکامی کی صورت مین ظاہر ہوا، اسکے بعد دوبارہ آپ نے تبلیغ دعوت کے لئے تمام خاندان بنو مطلب کو جمع کرکے فرمایا کہ "مین وہ چیز لیکر آیا ہون جو دین و دنیا دونون کی کفیل ہے، اس بار گران کے اُٹھانے مین کون میرا ساتھ دیگا،" اس پیغمبرانہ آواز کو سن کر تمام مجلس مین سناٹا چھا گیا، لیکن حضرت علی نے آپ کے ساتھ دینے کی حامی بھری اب آپ نے اپنی دعوت کو اور وسعت دی، اور حرم کعبہ مین جاکر توحید کا اعلان کیا، کفار نے یہ آواز سنی تو ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، اور ہر طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑے، اسلام کی تاریخ کا یہ پہلا دور ہے، اور اسمین صرف اسقدر ترقی ہوئی کہ مسلمانون کی ایک چھوٹی سی جماعت تیار ہوگئی، اور اسلام کی مخفی آواز گھر کے صحن سے نکل کر حرم کی فضا مین گونجی، اسکے بعد عرب کے قبائل جو زمانۂ حج اور عرب کے قومی میلون مین جمع ہوجاتے تھے اس سے گوش آشنا ہوئے، لیکن ابتک صرف توحید کی ایک آواز تھی جو مکہ و طائف کی پہاڑیون مین گونجتی تھی، فرائض و احکام کے قبول کرنے کے لئے، ابتک زمین مین استعداد نہین پیدا ہوئی تھی، چنانچہ صحیح بخاری باب تالیف القرآن

مین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ "پہلے عذاب وثواب کی آیتین نازل ہوئین، جب دلون مین استعداد اور رغبت پیدا ہوگئی تو احکام نازل ہوئے، ورنہ اگر پہلے ہی دن یہ حکم ہوتا کہ شراب نہ پیو تو کون مانتا، اسلئے فرائض کی تکمیل اور احکام کا وجوب بتدریج ہوا، مکہ معظمہ کے قیام تک روزہ سرے سے فرض نہین کیا گیا، مدینہ منورہ مین روزے فرض ہوئے، زکوۃ کی فرضیت سات آٹھ سال کے بعد ہوئی، کیونکہ اسوقت تک مالی حالت اس حد تک پہنچنے نہین پائی تھی کہ زکوۃ کی فرضیت کا موقع آئے، فتح مکہ سے پہلے مسلمان اس سرزمین مین قدم نہین رکھ سکتے تھے، اسلئے اسوقت تک حج بھی فرض نہین ہوا، نماز روزانہ کا فرض ہے، اور یہ فرض اگرچہ اسلام کے وجود کے ساتھ آیا لیکن اُسکی تکمیل بتدریج ہجرت کے چھ سات برس کے بعد ہوئی، غرض فتح مکہ کے بعد جب کفر کا زور ٹوٹ گیا اور عرب کی زمین ہموار ہوگئی تو مذہبی احکام کی تفصیل اور نظام شریعت کی تکمیل کیگئی[1]

لیکن اسلام کا کام صرف عرب کی کھیتیون کا سرسبز کرنا نہ تھا، بلکہ تمام دنیا مین نیکی کا بیج بونا تھا، جسکے لئے دو چیزون کی ضرورت تھی، ایک تو یہ کہ ایسے کسان تیار کئے جائین جو فن زراعت کے ماہر ہون، دوسرے یہ کہ جو بیج بویا جائے وہ ایسے ملکون مین بویا جائے، جنکی آب وہوا اُس کے نشو ونما کی صلاحیت رکھتی ہو، اسلام نے اول اول کسانون کی بھی جماعت تیار کی، اُسکے بعد اُنکو زمین کے شاداب قطعون مین پھیلا دیا کہ وہ کامیابی کے ساتھ تخم ریزی کرسکین، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہین:-

> یہ امام جو تمام قومون کو ایک مذہب کے علم کے نیچے جمع کرنا چاہتا ہے، گذشتہ اصول کے علاوہ دوسرے اصول کا محتاج ہوتا ہے، ان مین ایک اصول یہ ہے کہ وہ ایک قوم کو سنت راشدہ کی دعوت دیتا ہے، انکی اخلاقی اصلاح کرتا ہے اور اُنکی حالت کو بہتر بناتا ہے پھر

[1] یہ تفصیل سیرۃ نبوی سے ماخوذ ہے

ان کو بمنزلہ اپنے اعضاء کے قرار دیتا ہے، اور اُن کے ذریعہ سے تمام دنیا سے جہاد کرتا ہے، اور اُنکو دوسرے ممالک مین پھیلا دیتا ہے، یہ آیت کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (تم بہترین امت ہو جو لوگون کی اصلاح کے لئے عالم وجود مین آئی ہو) اسیکی طرف اشارہ کرتی ہے، یہ اسلئے کہ خود یہ امام غیر محدود قومون سے جہاد نہین کرسکتا، اور جب یہ حالت ہے تو یہ ضروری ہے کہ اُسکی شریعت کا مادہ ایسا ہو جو تمام اقالیم صالحہ کے لئے بمنزلہ مذہب طبیعی کے ہو، اور جو ممالک معتدل مزاج پیدا ہونیکی صلاحیت رکھتے تھے، وہ اس زمانہ (عہد نبوت) مین دو بادشاہون کے قبضے مین تھے، ایک کسری جو عراق، یمن، خراسان اور اُن کے متصل کے ملکون پر قابض تھا، اور ماوراء النہر اور ہندوستان کے بادشاہ اسکے زیر اثر تھے اور اسکو سالانہ خراج دیتے تھے، دوسرا قیصر جو شام، روم اور اُسکی حوالی پر متسلط تھا، اور مصر، مغرب، اور افریقہ کے بادشاہ اُسکے ماتحت تھے، اور اُسکو خراج ادا کرتے تھے انہی دونون بادشاہون کے اقتدار کا توڑنا اور انکے ملک پر قبضہ کرنا، تمام دنیا پر قبضہ کرنا تھا، انہی کی امیرانہ عادتین ان تمام ملکون مین جاری تھین جو اُنکے قبضہ مین تھے اور ان عادات کے بدلدینے اور اُن سے روکدینے سے ان تمام ممالک کو تنبیہ ہوسکتی تھی، ان کے علاوہ اور ممالک جو اعتدال مزاج سے دور تھے وہ قابل لحاظ نہ تھے، اس لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "ترکون کو چھوڑ دو جب تک وہ تمکو چھوڑین، اور حبشہ کو چھوڑ دو جب تک وہ تمکو چھوڑین" بہرحال جب خدا نے کج شدہ مذہب کو سیدھا کرنا اور دنیا کے لئے ایک ایسی امت کو ظاہر کرنا جو لوگون کو نیکی کا حکم دے اور بدی سے روکے، اور اُن کی بری رسمون کو مٹانا چاہا تو یہ انہی دونون سلطنتون کے زوال پر موقوف تھا، اسلئے خدا نے ان کے زوال کا فیصلہ کردیا، اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کسری ہلاک ہوا اسکے بعد

کسریٰ نہوگا، قیصر ہلاک ہو اور اُسکے بعد قیصر نہوگا۔ اور اس حق نے جو تمام دنیا کے لئے

دماغ شکن تھا رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے باطل عرب کی دماغ شکنی کی اور عرب کے

ذریعہ سے ان دونون بادشاہون کے باطل کی دماغ شکنی ہوئی، اور ان بادشاہون کے

درباریون کے ذریعہ سے اور تمام ملکون کی گردن سیدہی ہوئی[5]۔

پہلا مرحلہ یعنی ایک ایسی جماعت کی تیاری جو آپ کے اعضاء و جوارح کا کام دیسکتی تھی، ہجرت کے بعد طے ہوگیا، اِسلئے صلح حدیبیہ کے بعد ہی آپ نے اس بیج کو جو عرب کی سرزمین مین سرسبز ہوچکا تہا، دوسرے ممالک مین بونا شروع کردیا، اور کسریٰ و قیصر کو اسلام کی دعوت دی زمین اگرچہ صالح تھی تاہم اسمین جو نشیب و فراز پیدا ہوگئے تھے وہ آسانی کے ساتھ نہین مٹ سکتے تھے، اسکے لئے پیغمبرانہ طاقت کے علاوہ شاہانہ طاقت کی ضرورت تھی، اِسلئے اسلام نے طاقت کو اپنی کامیابی کا دوسرا اصول قرار دیا، چنانچہ شاہ صاحب اسی کتاب مین لکھتے ہین:۔

"اور اس امام کا دوسرا اصول یہ ہے کہ اسکی دینی تعلیم، خلافت عامہ کے قیام کے ساتھ مروج ہو، اور اسکے بعد جو خلفاء بنائے جائین وہ اسکے شہر اور اسکے قبیلہ کے ہون"

اور آپ کے بعد اس طاقت نے ان دونون سلطنتون کے پرخچے اُڑا دیئے، اب عرب سے لیکر عجم تک ایک ہموار زمین تہا، اور اسلامی تمدن کو انہین ہموار زمینون مین سرسبزی حاصل ہوئی، عیسائی مذہب کے دست و بازو مین صرف اسقدر طاقت تھی کہ وہ بیج کو پہینک سکتا تہا مگر زمین کو ہموار نہین کرسکتا تہا، لیکن اسلام نے تخم ریزی سے پہلے بتدریج زمین کے ہموار کرنیکی طاقت پیدا کی اور جب یہ طاقت مکمل ہوگئی تو تمام دنیا کو یہ مژدہ سنا دیا گیا، "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا"،

[5] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۲۳ و ۱۲۴ و باب الحاجۃ الی دین ینسخ الادیان،

یونانی تمدن

از جناب مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

اگرچہ موجودہ زمانہ مین اسپرنگ بیلنس کی ایجاد نے بہت سی ناقابل وزن اشیاء کے مقدار و وزن کے معلوم کرنے مین بڑی بڑی سہولتین پیدا کردی ہین، تاہم علوم یونانیہ مین جو نزاکت موجود ہے وہ مادیات کے خفیف سے خفیف ٹیس کی بھی متحمل نہین ہوسکتی، اس بنا پر یونانی علوم و فنون کی مقدار و وزن کا پتہ چلانا خود سائنس کی دسترس سے بھی باہر ہے،

الٰہیات یونان مین علماے الٰہیین کے تین گروہ تھے، پہلا گروہ قدماء کا تہا جو وجود صانع کا منکر تہا، اور عالم کی پیدائش، عناصر اربعہ یا فضا، خلاء، اور تاریکی وغیرہ سے مانتا تہا[1]، چنانچہ طالیس Thales کا یہی خیال ہے، جسکو یونانی زبان مین اطوماطون کا عقیدہ کہتے ہین، طالیس نے اس خیال کی بنیاد اسپر رکھی ہے کہ دنیا مین مختلف قسم کے شر موجود ہین، حالانکہ اگر عالم کا کوئی صانع ہوتا تو شر کا وجود نہوتا[2]، اپیکورس بھی زینونی فلاسفہ کے قول کے مطابق طالیس کا ہمخیال تہا[3]، اسکے نزدیک عالم کی اصل دو چیزین ہین، خلاء اور صورت، صورت سے تمام چیزین پیدا ہوئی ہین، اور فنا ہونے کے بعد بھی اسی سے جاملتی ہین، اس بنا پر مبدء و معاد کا تعلق صرف صورت سے ہے، اپیکورس کے نزدیک عالم حادث اور حساب و کتاب، اور جزا و سزا کا خیال بالکل لغو ہے، کیونکہ انسان بالکل غیر مکلف اور دنیا کے دیگر حیوانات کی طرح آزاد پیدا کیا گیا ہے[4]، دیمقراطیس کے نزدیک عالم کا خالق تنہا کوئی ایک عنصر یا عقل نہین ہے، بلکہ اسطقسات (عناصر اربعہ) ہین جو دفعتہً ایک ساتھ پیدا ہوگئے ہین[5]،

[1] شہرستانی صفحہ ۶۲ جلد ۲ [2] مختصر الدول صفحہ ۶۲ [3] کنز العلوم صفحہ ۲۰ [4] شہرستانی صفحہ ۱۷ [5] ایضاً صفحہ ۱۳۔

دوسرا گروہ طبیعی فلاسفہ کا تھا، جو طبائع کے تاثیر و تاثر اور کائنات کی خلقت سے بحث کرتا، اور حیوانات و نباتات کی ساخت پر غور کر کے ایک عظیم الشان ہستی کے وجود کا اعتراف کرتا تھا، وہ روح کو فانی کہتا تھا، جو جسم کے فنا ہونے کے ساتھ ساتھ فنا ہو جاتی ہے، چنانچہ ینبد قلیس ... (Empedocles) کا یہی مذہب بیان کیا جاتا ہے، وہ صانع کی چند صفات مانتا ہے، اور انکو عین ذات قرار دیتا ہے، اسکا قول ہے کہ "اس (صانع) کی ذات عین وجود اور اسکا وجود عین ذات ہے، اور حیات و حکمت دو اضافی چیزین ہین، جن سے ذات مین کوئی اختلاف نہین واقع ہو سکتا،" اسکے نزدیک معاد کا مسئلہ بالکل لغو ہے، اور اسلئے وہ معاد روحانی اور معاد جسمانی دونون کا منکر ہے[1]، بطلیموس معاد کا[2]، اور فورون Pyrrhon معاد روحانی کا قائل ہے[3]، ہرقلیس کے نزدیک خدا ایک نور ہے جو سب سے پہلے پیدا ہوا ہے، اور عالم مین سب سے پہلے محبت و منازعت پیدا ہوئی[4]، ہومر بھی خدا کا قائل تھا، چنانچہ اسکے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ "جو بالکل شر سے پاک ہو وہ میرا خدا ہے۔" وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ "تعجب ہے لوگ خدا کو چھوڑ کر بہائم کی اقتدار کرتے ہین"، اسکے نزدیک عالم دو ہین، متحرک اور ساکن، پہلا حادث اور دوسرا قدیم ہے، اور اگرچہ دونون کو دست فطرت نے پیدا کیا ہے تاہم اسمین خدا کا ارادہ بھی شامل تھا[5]۔

تیسرا گروہ الٰہی حکماء کا تھا جسمین تمام متاخرین یونان شامل تھے، چنانچہ زینون اکبر کے نزدیک خدا قادر ہے، علیم ہے، عالم کی دو اصل ہین خدا اور عنصر، ان مین خدا علت فاعلہ ہے اور عنصر اسکے حکم سے متاثر ہوتا ہے، نفس ناطقہ غیر فانی ہے[6]، خروسیس اور زینون اصغر کے نزدیک صانع اول ایک ہے، اس نے پہلے عقل اول یا نفس کو اور پھر اسکے ساتھ مل کر تمام چیزون کو

[1] مختصر الدول صفحہ ۵۰، [2] شہرستانی صفحہ ۴۳، [3] مختصر الدول صفحہ ۸۰، [4] شہرستانی صفحہ ۱۵، [5] شہرستانی صفحہ ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، [6] ایضاً صفحہ ۱۰ و ۱۲،

پیدا کیا ہے، خدا اور نفس جوہر یعنی غیر فانی ہین، فیثاغورث کے نزدیک خدا ایک ہے اور اعداد اصل کائنات ہین، کیونکہ ہر مرکب بسیط سے بنتا ہے اور عدد سے بڑھکر کوئی چیز بسیط نہین[1]، وہ معاد کا قائل[2]، اور دنیا کے عدم محض ہونیکا منکر ہے، کیونکہ وہ تمام چیزون کو ایک حالت سے دوسری حالت مین متغیر مانتا ہے[3]، سقراط بت پرستی کو روکتا ہے[4]، افلاطون عالم کی اصل خدا، ہیولی اور صورت کو قرار دیتا ہے، وہ تناسخ کا قائل ہے، اور فرقۂ مزدکیہ اور بالشویک کی طرح جنس لطیف کو عام سمجھتا ہے[5]، اکاڈیمی کے فلاسفہ عالم کی ایک انتہا مانتے ہین، انکے نزدیک ہر مرکب کی تحلیل ہو سکتی ہے، جسکے جواہر تحلیل کے بعد اپنی اصلون سے جا کر مل جاتے ہین[6]، ارسطو محرک اول کو واجب الوجود کہتا ہے، اور جیسا کہ اثولوجی مین لکھا ہے اسکے نزدیک تین جواہر ہین، جنمین دو طبیعی اور ایک غیر متحرک ہے، واجب الوجود عدد اور کلمہ (اسم اور ذات) کے لحاظ سے ایک ہے، اسپر تغیر و تبدل نہین طاری ہوتا[7]، وہ حی، باقی اور عالم کلیات ہے، اس سے عقول عشرہ پیدا ہوئین، جنمین سے نو تدبیر نفوس کرتی ہین، اور ایک عقل فعال ہے، نظام و ترتیب اسی سے صادر ہوئی ہے، نظام عالم خیر کی طرف مائل ہے، اور شر تبعاً ہوتا ہے مثلاً پانی برسنے سے تمام دنیا کو نفع پہنچتا ہے، لیکن اسکے ساتھ بعض غربا کے مکانات بھی منہدم ہو جاتے ہین جو بالکل جزوی نقصان ہے[8]، ارسطو سزا و جزا کو روحانی مانتا ہے اور حشر اجسام کا قائل نہین ہے[9]، تناسخ مین افلاطون کے بالکل خلاف ہے، اور اسکے مذہب کو باطل سمجھکر کہتا ہے کہ "افلاطون دوست ہے اور حق بھی دوست ہے، لیکن غور کرنے کے بعد مین نے حق کو ترجیح دی ہے"[10]، صاحب طبقات الامم نے

[1] مختصر الدول صفحہ ۴۸، [2] طبقات الامم صفحہ ۴۳ [3] الفلسفۃ العربیۃ والاخلاق صفحہ ۳۳ [4] ایضاً صفحہ ۳۵ [5] مختصر الدول صفحہ ۹۰ [6] شہرستانی صفحہ ۱۴، ۱۵، [7] ایضاً صفحہ ۲۴ [8] ایضاً صفحہ ۴۵ تا ۴۹، [9] اخبار الحکما صفحہ ۴۰ [10] مختصر الدول صفحہ ۹۲،

لکھا ہے کہ ارسطو تناسخ کا قائل تہا، لیکن یہ بالکل غلط ہے اور اسکی خود ارسطو کی تصنیفات سے تردید ہوتی ہے،[1]

دیوجانس قدر کا قائل ہے اور خدا کو برائیون کے بجاے بہلائیون کا سبب مانتا ہے،[2] اشیج یونانی مبدع اول کی کوئی شکل وصورت نہین مانتا، اسکو تمام علوی وسفلی چیزون سے الگ تسلیم کرتا اور اُسکی قوت کو ان چیزون کی قوت سے جداگانہ سمجہتا ہے، کیونکہ وہ شکل وصورت اور قوت سے بالاتر ہے، اور اس نے عقل کے توسط سے ان چیزون کو پیدا کیا ہے، وہ ایک قدیم اور دائم ذات ہے، ثاؤفرسطیس الہیت کو متحرک نہین مانتا یعنی وہ خدا مین تغیر وتبدل کا قائل نہین ہے،[3]

یہ تو حکما وفلاسفہ کے مذاہب تھے، یونان کے عوام، قدیم آریون کی طرح بہت سے دیوتا مانتے تھے، جنکی تعداد ہزارون تک پہنچتی ہے، چنانچہ ازیودس نے لکھا ہے کہ اسکے شہر مین ۳۰ ہزار دیوتا پوجے جاتے ہین جنمین ٹیلے، میدان، بیابان، اور پانی کی موجین تک داخل ہین، لیکن بڑے بڑے دیوتاؤن کی تعداد بیس کے قریب ہے جو درج ذیل ہین،

زیوس[1]: (مشتری) یہ سب سے بڑا دیوتا ہے، اور آسمان اور نور کا دیوتا کہلاتا ہے اُسکے متعلق ابر کی جمع وترکیب بھی ہے،

ہیرا[2]: (جونون) اثینیہ[3]: (منرفا) صاف ہوا، حکمت، اور ایجاد واختراع کی دیوی، ابولون[4]: شعر، موسیقی، فنون لطیفہ کا دیوتا، اور وحی کا رئیس، ارتمیس[5]: (دیان) جنگل، شکار اور موت کی دیوی، ہرمیس[6]: (عطارد) آب زلال، بازار، مقامات، تجارت، فصاحت اور چوری کا دیوتا، ہیفستوس[7]: (فولکین) آگ کا دیوتا، ور کڑک کا نازل کرنیوالا، ہستیا[8] (فیسا) اریس[9] (مریخ) جنگ کا دیوتا، افرودیت[10] (زہرہ) حسن کی دیوی، بوزیدون[11]: (نبتون) سمندر کا دیوتا، الفیتریت[12]، بروتہ[13]، کرونوس[14] (زحل)

---

[1] طبقات الامم صفحہ ۵۰، [2] شہرستانی صفحہ ۶۹، [3] ایضاً صفحہ ۷۰،

ریہیا[15]، (سیبل) دیمیتیر[16] (سیریس) برشیفونہ[17] (بروزربین) ہادیس[18] (بلوتون) دیونیزوس[19] (باخوس)

اِن کے علاوہ لیمینرپس کا بھی یونان کے مذہبی لٹریچر مین اکثر ذکر آتا ہے جو انتقام وغضب کی دیوی سمجھی جاتی ہے،

یونانیون کو دیوتاؤن کی غیر محدود کثرت اور ازلیت سے کچھ بحث نہ تھی، اُن کا خیال تہا کہ عالم فطرت کی ہر قوت ایک قوت الٰہی ہے، اس بنا پر سمندر، ہوا، آفتاب سب قواے الٰہی ہین، اور ان سب کا ایک ایک رب ہے، جسکی ایک خاص شکل اور ایک خاص نام ہے، چنانچہ ہومر نے آشیل دیوتا کی نسبت لکھا ہے کہ "اریس اور اثینہ سردار لشکر تھے اور سونے کے ہار پہنتے تھے، اور صورت ایسی پاکیزہ تھی جو دیوتاؤن کے شایان ہوتی ہے، کیونکہ آدمی پست اور کوتاہ قامت ہوتے ہین" یونانی دیوتا آدمی ہوتے تھے، وہ کپڑے پہنتے اور محلون مین رہتے تھے، اور جب کسی طرح نہ مرتے تو زخمی ہوجاتے تھے، چنانچہ ہومر نے اریس دیوتا کے ایک شخص کے ہاتھ سے زخمی ہونے اور اُس کی تکلیف سے چیخنے چلانے کا تذکرہ کیا ہے، اس تجسید ارباب کے عقیدہ کو "انتروبومورفیسم" کہتے ہین،

چونکہ دیوتا آدمی ہوتے تھے اِسلیئے ان کے خاندان اور اعزہ واقارب مانے جاے ہین اور انکی تاریخ اور واقعات محفوظ رکہے جاتے ہین جنکو یونانی میتھالوجی یعنی تاریخ الارباب کہتے ہین،

دیوتا عموماً بے رحم، سفاک، مکار، حاسد، اور بیوقوف ہوتے تھے، چنانچہ زیوس دیوتا تمام دیوتاؤن سے تہدیداً کہتا ہے کہ "تم آسمان مین ایک سونے کی زنجیر باندھو اور اسمین لٹک جاؤ، اس صورت مین اگر زیوس کو زمین کی طرف کہینچنا چاہوگے تو پوری سعی وکوشش کے بعد بھی ناکام رہوگے کیونکہ وہ ایک حکمران بادشاہ ہے، بخلاف اِسکے اگر مین چاہونگا تو زنجیر کے ساتھ زمین اور سمندر تک کو کہینچ لونگا، اور اسکو کوہ اولمب کی چوٹی مین باندھ دونگا، جس سے تمام عالم اسوقت تک معلق اور مصلوب رہیگا، جب تک مجھے دیوتاؤن اور انسانون پر فضیلت حاصل رہیگی" (ہومر)

کوہ اولمپ یونان کا ایک مقدس پہاڑ ہے، جو دیوتاؤن کا آسمان کہلاتا ہے، یہان دیوتاؤن کی کونسل ہوتی ہے جسمین دنیا کا انتظام کیا جاتا ہے، اس مجلس کی صدارت زیوس (مشتری) کرتا ہے[1]،

افلاطون نے ارباب پرستی کے متعلق جمہور کے خیالات کو ان الفاظ مین بیان کیا ہے، دیوتاؤن کے سامنے عاجزی سے گڑگڑانا، اور نماز، نذر، اور اعمال صالحہ کا پابند رہنا تقوی ہے جسمین شہر اور آبادی کی نجات مضمر ہے، اسکے برعکس شقاوت ہے، جس سے تمدن برباد ہوتا ہے، اور سلطنتون کے تخت الٹ جاتے ہین، "کسینوفان نے کتاب الفروسیۃ مین لکہا ہے کہ" دیوتا صرف مطالب کے وقت یاد کرلینے سے خوش نہین ہوتے بلکہ امن و امان اور اطمینان مین یاد کرنے سے خوش ہوتے ہین"، اس بنا پر یونانی اپنے دیوتاؤن کو خوش رکہنے کی سخت کوشش کرتے تھے، چنانچہ ایک کاہن اپولون سے کہتا ہے" مین نے برسون تیرے نام پر موٹے موٹے بیل آگ مین جلائے ہین، اسلئے تو میری گریہ وزاری کو سن اور میرے دشمنون کو سہام غضب سے چھلنی کر"، یہ لوگ ذرا ذرا سی بات مین دیوتاؤن کی مرضی معلوم کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ شیو (صاقز؟) مین ایک مدرسہ کی چھت گری اور بہت سے لڑکے دب کر مر گئے، تو اسکو انھون نے دیوتاؤن کا غضب سمجہا، اسی طرح زلزلہ، کسوف، یہانتک کہ چھینک سے بھی یہ لوگ فال لیتے، اور اسپر اپنی سعادت وشقاوت کا دار مدار سمجہتے تھے،

دیوتاؤن کے بعد ابطال کا درجہ ہے، بطل اس مشہور آدمی کو کہتے ہین جو مرنے کے بعد ایک با اختیار روح ہوجاتا ہے اور چونکہ وہ دیوتا نہین ہوتا اسلئے نہ تو کوہ اولمپ پر رہتا ہے اور نہ تدبیر عالم کرتا ہے، تاہم وہ انسانون سے زیادہ قدرت رکہتا ہے، وہ اپنے دوستون کی مدد کرتا،

[1] الفلسفۃ العربیۃ والاخلاق صفحہ ۱۴،

اور ان کے دشمنون کو برباد کرتا ہے،

اس بنا پر یونانی اسکی بھی پرستش کرتے اور اسپر قربانی چڑہاتے تھے، ابطال بہت سے ہین جنمین اشیل (جنگ کا دیوتا) اودلیس، اغاممنون، ہیراکلیس، اودیب، ہیلین، دوروس، اور عولس کا یونان کی میتھالوجی مین زیادہ ذکر آتا ہے، ان نامون مین سے اودیب اور ہیراکلیس بالکل بے اصل ہین باقی اور نام بھی فرضی معلوم ہوتے ہین، کیونکہ ان نامون کے اشخاص کا تاریخ مین ذکر نہین ہے، بعض ابطال در اصل انسان تھے، اور انھون نے اپنے قوم وملک کی نہایت نمایان خدمات انجام دی ہین مثلاً لیونیداس، اور لیزاندر مشہور سردار تھے، دیمقراط اور ارسطو فلسفی تھے، لیکورگ اور سولن مقنن تھے، بعض اشخاص صرف حسین ہونیکی بنا پر ابطال مین شامل کرلئے جاتے تھے، چنانچہ کروتون مین فیلبس نام ایک شخص کی پرستش ہوتی تھی جو اپنے زمانہ مین سب سے زیادہ حسین شخص تہا،

ابطال کو خدائی طاقت حاصل ہوتی تھی، وہ خیر وشر کرسکتے، اور لڑائیون مین مدد دیسکتے تھے، چنانچہ اہل اتینھز نے جنگ ماراتون مین اپنے بطل تیزیہ کو دیکہا تہا، اور جنگ سلامینیا مین وہ نہایت آبدار اسلحہ سے مسلح ہوکر آیا تہا اسی طرح اجاکس اور تیلامون نامی دو ابطال نے جو کسی زمانہ مین جزیرہ سلامینیہ کے بادشاہ گذرے تھے، پہاڑ کی سب سے بلند چوٹی پر آکر اپنے ہاتھ سے یونانی بیڑے کی طرف اشارہ کیا تہا، اسی بنا پر تیمسٹوکلس نے کہا ہے کہ "ایرانیون کو ہم نے مسخر نہین کیا، بلکہ دیوتاؤن نے مسخر کیا ہے"،

اگرچہ ایک ایک بطل پورے پورے لشکر کا مقابلہ کرسکتا تہا، تاہم وہ اسقدر کمزور بھی ہوتا تہا کہ جب محلے والے اس سے پریشان ہوتے اور اسکے دشمن کی ہڈیان لاکر اپنے محلہ مین دفن کرتے تو وہ فوراً اس محلہ کو چھوڑ کر بہاگ جاتا تہا[1]،

[1] تاریخ الحضارۃ صفحہ ۶۷ تا ۷۳، جلد ۱،

طبیعیات اگرچہ یونان مین فلاسفہ طبیعیین کی بہت بڑی جماعت پیدا ہوئی، چنانچہ قدما، مثلاً طالیس اور فیثاغورث وغیرہ سب کے سب طبیعی تھے، اور اسقلا بیوس، ارلیسطراطس، لوقس، نولوس وغیرہ کا بھی یہی مذہب تہا، تاہم ارسطو سے بڑھکر کوئی طبیعی عالم نہین پیدا ہوا، ارسطو کے بعد بقراط اور جالینوس کا درجہ ہے، جنھون نے متقدمین کی غلطیان نکالین، اور اپنے مذہب کو نہایت صحیح دلائل سے ثابت کیا[1]

ذیمون اکبر بہت سے ایسے عالم مانتا تہا جو ہمکو حواس اور عقل سے معلوم ہوتے ہین اور جنکے وجود و عدم کی نسبت ہم ایک راے رکھتے ہین، بعض ایسے عالم بھی تسلیم کرتا تہا جو مدرک بالحواس نہین ہین، اور نہ ہمین انکی نسبت کوئی اطلاع حاصل ہے، اسکے نزدیک موجودات ابدی ہین، وہ ہمیشہ باقی رہین گی، لیکن انکی صورت تبدیل ہوتی رہیگی، اس بنا پر انکے فنا ہونیکے یہ معنی ہین کہ انکی اگلی صورت بدلجائے،[2]

طیطیانوس ہمارے اس عالم کی طرح بہت سے عالم تسلیم کرتا تہا،[3] ہرقل (ہرکلیس) آسمان کو متحرک، اور زمین کو گول، ساکن، اور جامد مانتا تہا، اور اجزاء ارضی کے متعلق یہ کہتا تہا کہ آفتاب نے زمین کی رطوبت کو پگہلایا تو اس سے سمندر بنا، جن حصون مین آفتاب گہس گیا، اور وہان کی رطوبت بالکل جذب کرلی، وہ کنکر، پتھر اور پہاڑ ہوگئے، اور جہان کی حرارت پورے طور پر جذب نہ ہوئی وہ مٹی کہلائی، انجام عالم کی نسبت اُسکا خیال تہا کہ اخیر زمانہ مین آسمان کی ساری زیب وزینت خاک مین ملجائیگی، کیونکہ ستارے روز بروز نیچے کی طرف لٹکتے آتے ہین، یہانتک کہ ایک زمانہ مین زمین کو گہیر لین گے، اور اسکے گرد ایک سنہرا حلقہ نظر آئیگا، اور چونکہ ستارے آگ کے بنے ہوئے ہین اسلئے لطیف مخلوقات زمین کو چھوڑ کر عالم بالا کو پرواز کرجائیگی، اور خبیث مخلوق نہین

[1] طبقات الامم صفحہ ۲۴ تا ۲۶، [2] شہرستانی صفحہ ۱۰۰، [3] مختصر الدول صفحہ ۱۲۴

رہجائیگی، جسکے لئے زمین جہنم ثابت ہوگی،[1]

فیثاغورث زمین کو گول مانتا تہا اور اسکے اردگرد کی ہوا مین نہایت خفیف حرکت کا قائل تہا اور اسی کو زمین کے فنا ہونے کا سبب قرار دیتا تہا،[2]

ارسطو کے نزدیک عالم ایک ہے، اور اُسکی خلقت اس طرح ہوئی ہے کہ جوہر ایک جسم ہے جو طول و عرض اور عمق مین متحرک رہتا ہے، اسکا وہ حصہ جو استداری حرکت کرتا ہے آسمان کہلاتا ہے اور جو وسط مین ہے اور آسمان سے دور واقع ہونے کے سبب سے اسکی حرکت اور اسکا اثر قبول نہین کرتا، بلکہ ساکن اور ٹہنڈا ہوکر رہ گیا ہے، زمین کہلاتا ہے، جو اجسام نیچے سے اُوپر چڑھتے ہین دہوان اور بخار کہلاتے ہین، اور چونکہ اُن مین زمین کے اجزاء شامل ہوتے ہین اسلئے وہ کثیف ہوجاتے ہین، اور ہوا وغیرہ کی بدولت ایک جگہ مجتمع ہوجاتے ہین، اور ابر و کہر کہلاتے ہین اور جب اُنکو ٹہنڈک پہنچتی ہے تو وہ پانی اور برف کی شکل مین ٹپک پڑتے ہین، ہوا اور دہوان جب بادلون کے اندر رک جاتا ہے اور زور بھر کر اُن سے نکلنا چاہتا ہے تو ایک آواز پیدا ہوتی ہے جسکا نام رعد ہے، اور نکلتے وقت جو احتکاک و تصادم سے چمک پیدا ہوتی ہے وہ برق ہے، کبھی کبھی دہوین مین دُہنیت غالب ہوتی ہے اور وہ مشتعل ہوجاتا ہے اور یہ شہاب ثاقب ہے،[3] اسی طرح ہالۂ قوس و قزح، دمدار ستارہ، کہکشان، اور متعدد آفتابون کے وجود پر بھی ارسطو نے نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور اسکو ثامسطیوس اور بوعلی سینا نے اسکی کتاب آثار علویہ سے نقل کیا ہے،[4]

ارسطو عالم کو قدیم اور اسکے نظام کو برباد ہونے سے محفوظ مانتا تہا، اور آسمان کو کروی اور اُسکی حرکت کو مستدیر تسلیم کرتا تہا،[5]

[1] شہرستانی صفحہ ۱۵ و ۱۶، [2] الفلسفۃ العربیۃ والاخلاق صفحہ ۲۳، [3] شہرستانی صفحہ ۹۳ تا ۹۵، [4] ایضاً صفحہ ۹۶، [5] علم الفلک صفحہ ۳۴

فیثاغورث اور ارسطرخس (Aristarchos) آفتاب کو ساکن اور زمین کو اسکے گرد متحرک مانتے تھے،[1] بطلیموس نے یہ نظریہ قائم کیا کہ زمین ساکن ہے اور آفتاب اور ستارے اسکے گرد حرکت کرتے ہین،[2] یہ خیال اسقدر عام ہوا کہ تمام دنیا نے اسکو تسلیم کر لیا اور پندرھوین صدی عیسوی تک ایک مذہبی عقیدہ کی طرح مانا گیا، لیکن جب کوپرنکس نے دلائل حسی سے فیثاغورث کے مذہب کی تائید کی تو نظام بطلیموسی درہم برہم ہو گیا،

ویمقراطیس اجزاء لایتجزی کا قائل تھا یعنی ایسے اجسام مانتا تھا جنکی تحلیل کرنے کے بعد ایسے اجزاء بھی نکل سکتے ہین جو تحلیل و تجزی کے متحمل نہین ہو سکتے،[3] شیخ یونانی زمین کو گول مانتا تھا[4] اور تامسطیوس ستارون کو ایک مشتعل آگ کہتا اور اُن مین تغیر و انحلال کا قائل نہ تھا۔[5]

صابئہ یونان کے نزدیک آفتاب کے پاس ایک گاڑی ہے جسپر وہ بیٹھکر دن بھر تمام عالم کا گشت لگایا کرتا ہے، اس گاڑی مین چار گھوڑے جوتے جاتے ہین۔[6]

---

[1] علم الفلک صفحہ ۲۲۸، [2] کنز العلوم صفحہ ۲۵، [3] طبقات الامم صفحہ ۴۱، [4] شہرستانی صفحہ ۲۷۶، [5] ایضاً صفحہ ۲۸۶، [6] الفلسفۃ العربیۃ ص ۱۵،

متراجم

مریخ سے نامہ و پیام

اہل مریخ سے نامہ و پیام قائم کرنے کا خیال دنیا والون کے لئے نیا نہین، آج سے پیشتر یہ خیال بار ہا ظاہر ہو چکا ہے، اور ۱۹۰۹ء مین تو اس نے خاص طور پر قوت پکڑ لی تھی، چنانچہ اس زمانہ مین بہ کثرت مضامین و رسائل اس بحث کی تائید و تردید مین لکھے گئے، کہ آیا مریخ مین آبادی ہے اور اگر ہے تو اس سے اہل ارض کیونکر سلسلۂ گفتگو قائم کر سکتے ہین؟ حال مین یہ بحث از سر نو زندہ ہوئی ہے، اور اُسکے متعلق کچھ مختصر معلومات معارف کے گذشتہ نمبر مین اخبار علمیہ کے تحت مین درج کئے گئے ہین،

موجودہ بحث کا خلاصہ کیا ہے؟ آیا یہ کوئی سائنس کا مسلم مسئلہ ہے یا ہنوز اسکی محض نظری حیثیت ہے؟ منکرین و مویدین اپنے کیا کیا دلائل پیش کرتے ہین؟ یہ اور اس قسم کے دوسرے ضروری سوالات کے جوابات بجائے اسکے کہ ہم خود دین، مختلف علماء سائنس و ماہرین فن کے بیانات کے واسطہ سے ناظرین تک پہنچا دینا بہتر سمجھتے ہین،

سب سے پہلے سنیٹر مارکونی کے بیان کو سننا چاہیئے جو بے تار کی تار برقی (لاسلکی) کے موجد ہونیکی حیثیت سے اسوقت دنیا مین ایک مکتشف اعظم کی شہرت رکھتے ہین اور مسئلہ زیر بحث بھی محض انہین کے بیان سے چھڑا ہے، وہ کہتے ہین:-

"وقتاً فوقتاً لاسلکی کے ذریعہ سے عجیب قسم کی صدائین اور علامتین پیدا ہوتی رہتی ہین جنکا مبدا ممکن ہے کہ کرۂ ارض سے باہر ہو،

ان آوازون مین ایک حرف " S " (جسکی علامت لاسلکی رسم الخط مین تین نقطہ ہین) کی شناخت ہوتی ہے،

یہ آوازین لندن و نیویارک مین نہ صرف ایک ہی وقت مین پیدا ہوئی ہین بلکہ ان کی قوت بھی دونون جگہ مساوی ہے،

ابھی تک اس امر کا قطعاً کوئی ثبوت نہین مل سکا ہے کہ ان آوازون کا آغاز کہان سے ہوتا ہے، ممکن ہے کہ یہ آفتاب مین بعض چیزون کے پھٹنے کے دھماکے ہون، اور مین اسے بھی ناممکن نہین قرار دیتا کہ ان کے ذریعہ سے کوئی دوسرا سیارہ کرۂ ارض سے نامہ و پیام کرنا چاہتا ہو"

مارکونی کا بیان صرف اسی قدر تھا، میجر میک کالم، جو مارکونی ہاؤس لندن کے افسر اعلیٰ اور مسائل لاسلکی سے متعلق کافی تجربہ رکھتے ہین، اُنھون نے حسب ذیل بیان شائع کیا ہے،

مین سمجھتا ہون کہ سنیٹر مارکونی نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ آوازین اس کثرت سے آتی ہین کہ انہین اتفاقی و غیر ارادی اسباب پر محمول نہین کیا جا سکتا، لیکن اگر انکا میدان ماہتاب یا مریخ کو فرض کیا جائے تو سوال یہ ہے کہ یہ پیام لاسلکی رسم الخط مین کیون آ رہا ہے؟

اگر ان کا مبدا مریخ کو فرض کیا جائے جیسا کہ زیادہ قرین قیاس ہے، اور پروفیسر لاول و دیگر محققین کے اقوال کے مطابق اُسمین آبادی کا وجود تسلیم کر لیا جائے تو اس سوال کا جواب بہ آسانی مل جاتا ہے،

اہل مریخ اغلباً ہم سے بہت زیادہ متمدن ہین، وہ لاسلکی کا کام صدیون سے کر رہے ہین اُنکے آلات لاسلکی بہت زاید قوی ہونگے، ممکن ہے کہ انھون نے ہمارے پیامات لاسلکی کو محسوس کر لیا ہو، اور اُنکے رسم الخط کو پوری طرح دریافت کر لیا ہو، اور ایسا ہونا کچھ بھی مستبعد نہین، دوران جنگ مین ہم نے جرمنی کے ساتھ بارہا یہی کیا، لیکن اگر انھون نے ایسا کر لیا ہے

تو یقیناً اسکے بعد انھون نے اپنا ایک نظام عمل بھی بنا لیا ہوگا، اور مقررہ وقفون کے بعد کرۂ ارض کو یقیناً پیامات بھیجنے کی کوشش کرینگے،...... یہ پیامات جو ابتک مارکونی و دیگر اشخاص کے علم مین آئے ہین، امریکہ، انگلستان اور ہر ملک مین مساوی قوت کے ساتھ پہنچے ہین، جس سے اس خدشہ کا بھی امکان باقی نہین رہا کہ کوئی شخص مزاحاً ایسا کر رہا ہو،...... یہ دعویٰ کرنا کہ مریخ سے زمین تک لاسلکی پیام کا پہنچانا ناممکن ہے، بالکل حماقت ہے، اگر آلات قوی ہین تو فاصلہ کوئی چیز نہین،

اگرچہ ابھی تک ایسا نہین کیا گیا ہے لیکن اس امر کی تعیین کر لینا ممکن ہے کہ کرۂ ارض سے ایک لاکھ میل کے اندر کس سمت سے یہ پیامات آ رہے ہین"

سر نارمن لاکیر، اسوقت انگلستان کے سب سے مشہور ہیئت دان ہین، نامور رسالہ نیچر انہین کی نگرانی مین نکلتا ہے، ہیئت کے مسائل مین انکا قول فیصلہ کن ہوتا ہے، وہ فرماتے ہین:-

"سیارون کی جانب سے اشارات ہونا ناممکن نہین، جس طرح آفتاب کے مقناطیسی تہیجات تمام کرۂ ارض کے آلات مقناطیسی کو ایک ساتھ متاثر کرتے ہین، اُسی طرح امواج برقی کا بھی کرۂ ہوا کو طے کر کے تمام آلات ارض کو متاثر کرنا ممکن ہے"

پروفیسر موڈی، جو آکسفرڈ مین کیمیائیات طبعی کے استاد، اور سائنس کے ایک مستند فاضل ہین، لکھتے ہین:-

سنیٹر مارکونی کا بیان یقیناً قابل غور و اعتنار ہے، اسقدر تجربہ کار فاضل کا یہ خیال کہ یہ اشارات غالباً کرۂ ارض کے باہر سے پیدا کئے جا رہے ہین، اس قابل نہین کہ اسے سرسری طور پر ٹال دیا جائے، مین اس سے زیادہ ابھی کچھ نہین کہہ سکتا"

فرانس کا نامور عالم فلکیات کیمیل فلامریان کہتا ہے:-

مجھے مارکونی کی اس راے سے اتفاق ہے کہ ممکن ہے یہ آوازین آفتاب کے مقناطیسی طوفانون کا نتیجہ ہون جنکا مشاہدہ ہم سال گذشتہ مین خصوصاً ۱۰، ۱۲ اگست کے درمیان کر چکے ہین"

کیا ہمارا دلکش ہمسایہ مریخ ہم سے اشارات کر رہا ہے؟ یہ سوال مدت دراز سے ہماری توجہ و دلچسپی کا مرکز رہا ہے، خصوصاً اسوقت سے جب سے کہ جغرافیۂ مریخ کا نقشہ تیار ہوگیا ہے جسمین نہرین وغیرہ متعدد ایسی چیزون کا ظہور ہے، جو بخت و اتفاق پر محمول نہین کیجا سکتین، بلکہ جو اہل مریخ کے کمال فن انجینیری کی دلیل ہوسکتی ہین،

ہمین یقیناً اپنا قدم اس آسمانی ہمسایہ کی طرف بڑہانا چاہیئے جو شاید صدیون سے ہماری جانب پیامات بھیج رہا ہے، مگر ہم خاکدان ارض کی مادی دلچسپیون مین اسقدر منہمک رہے ہین کہ آج تک اُنکے سمجھنے اور جواب دینے کی بھی ہمین توفیق نہین ہوئی، جن ہیئت والون نے اپنے تئین ان "خاکی" دلچسپیون سے کسیقدر فرصت حاصل کرلی ہے، اب زمانہ قریب آرہا ہے کہ وہ اپنی تحقیقات کے کامیاب نتیجہ تک پہنچ سکین گے"۔

کمانڈر ہیلی، جنہین مسائل لاسلکی کے متعلق وسیع اور گہرا تجربہ ہے، کہتے ہین:-

میرے خیال مین اگرچہ اکثر حکما، ان آوازون کا مبدا زمین ہی کو بتائین گے، تاہم اُنکے غیر ارضی مبدا کے وجود کو بھی کوئی ناممکن نہین کہہ سکتا، ابھی تک کوئی تصفیہ اس مسئلہ کا نہین ہوسکا ہے، جنگ کے زمانہ مین لاسلکی قوت نے جو جو عجائبات ظاہر کئے، اُنکے لحاظ سے تحقیقات و تفتیش کا ایک بالکل جدید باب کھل گیا ہے، ۱۳ء مین جن چیزون کے امکان کا بھی خیال نہین ہوتا تھا، وہ آج صرف ممکن ہی نہین بلکہ وقوع پذیر ہوگئی ہین ایسی حالت مین کون کہہ سکتا ہے کہ مستقبل کے لئے فلان فلان چیزین ناممکن ہین"

پروفیسر آئنسٹن، جسکے جدید مسئلۂ انحراف نور نے نیوٹن کے قانون کشش کو ماند کر دیا ہے،

اور جو فن ریاضی و ہیئت مین اپنی قوت اجتہاد کے لحاظ سے نہ صرف جرمنی بلکہ شاید دنیا مین بھی کوئی افضل و برتر نہین رکھتا، اس سے جب اس مسئلہ پر راے لیگئی تو اس خیال کے ماننے مین تردد ظاہر کیا:-

"یہ باور کرنے کے معقول دلائل موجود ہین کہ مریخ و دیگر سیارون مین آبادی کا وجود ہے اور آخر اسکی وجہ ہی کیا ہوسکتی تھی کہ منجملہ تمام سیارون کے آبادی صرف کرۂ ارض ہی پر ہو، لیکن دوسرے سیارون مین آبادی تسلیم کرنیکے ساتھ میرا یہ خیال نہین کہ وہ لوگ بجاے بواسطہ لاسلکی نامہ و پیام کرنا چاہین گے، نور کی شعاعین، جن سے بآسانی کام لیا جاسکتا ہے، میرے نزدیک اُنکے لئے بہتر پیامبر ہوسکتی ہین، تاہم جب تک یہ نہ معلوم ہولے کہ وہ لوگ تمدن و ترقی کے کس مرتبہ پر ہین، کوئی قطعی راے نہین قائم کیجا سکتی،.... میری ذاتی راے ابھی تک اس معاملہ مین یہ ہے کہ یہ آوازین یا تو کسی فضائی تموج و طوفان کا نتیجہ ہین، یا سطح ارض ہی پر کہین خفیہ طور سے لاسلکی کے کسی جدید نظام کے تجربات ہو رہے ہین"

ڈاکٹر ایبٹ، جو اسمتھسونین انسٹیٹیوٹ کی رصدگاہ کے ڈائرکٹر ہین، وہ اس معاملہ مین اور ہی راے رکھتے ہین، وہ کہتے ہین کہ

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ اشارات کوئی سیارہ کر رہا ہے، تو وہ سیارہ مریخ نہین بلکہ اغلباً زہرہ ہے، جہانتک مریخ کے حالات معلوم ہوئے ہین، اسمین کسی آبادی کا وجود نہین ہوسکتا، آفتاب سے بہت دور ہونے کے باعث وہ بمقابلہ کرۂ ارض کے صد چند سرد ہوگا، بخلاف اسکے زہرہ کے تمام حالات اس نتیجہ کی طرف لیجاتے ہین کہ اسمین ضرور آبادی ہوگی، اسکی جسامت تقریباً کرۂ ارض کے مساوی ہے، اور آفتاب سے اور بھی قریب تر ہے، پھر اسکی فضا مین جو ابر چھایا ہوا رہتا ہے، اس سے اسکا بھی ثبوت ملتا ہے کہ

اسمین بخارات مائی اس مقدار مین موجود ہین کہ نباتی وحیوانی زندگی کے لئے کافی ہوسکین اب یا کسی دوسرے سیارے سے کرۂ ارض تک لاسلکی پیامات پہنچنے کا امکان، سو اس لحاظ سے بھی زہرہ ہماری زمین سے ۲۵ لاکھ میل کے فاصلہ تک آسکتا ہے، بخلاف اسکے مریخ کی ہمسے نزدیک ترین مسافت بھی اسکی بیس گنی یعنی پانچ کرور میل سے کم نہین ہوتی؛

امور بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی سیارہ ہم سے نامہ وپیام کی فکر مین ہے تو وہ مریخ نہین بلکہ زہرہ ہے، اس امر کا قطعی ثبوت موجود ہے کہ مریخ پر کسی طرح کی ابادی کا امکان نہین بخلاف اسکے زہرہ کے متعلق جو کچھ حالات ومعلومات پیش نظر ہین، وہ سب اس فیصلہ کی طرف لیجاتے ہین کہ اسمین ہماری جیسی مخلوقات آباد ہے"

بعض ماہرین فن، مارکونی کے رائے سے ہر پہلو سے شدید وقطعی اختلاف رکھتے ہین اس قسم کی بھی چند رائین قابل مطالعہ ہین، مسٹر نوبل جو دوبار رائل اسٹرانومیکل سوسائٹی کے صدر رہ چکے ہین، کہتے ہین،

"یہ خیال نہایت ہی مستبعد ہے کہ ان پراسرار اشارات کا مبدا کوئی دوسرا سیارہ ہے یہ باور کرنے کی ہمارے پاس کوئی شہادت موجود نہین، کہ برقی امواج فضاے مابین آسمان و زمین کو طے کرسکتی ہین"

مسٹر مانڈر، سابق مہتمم شعبہ شمسیات رصدگاہ گرینیچ کہتے ہین وہ

"مجھے مارکونی کے مشاہدات کی تفصیل نہین معلوم، سوال یہ درپیش ہے کہ آیا یہ آفتاب کے مقناطیسی تہیجات ہین؟ مجھے یہ دریافت کرنے افسوس ہوا کہ مارکونی کے نزدیک اُن کا مبدا ماہتاب یا کسی اور سیارہ کا بھی ہونا ممکن ہے، یہ خیال تمامتر مہمل ہے"

پروفیسر ٹرنر جو آکسفرڈ مین فلکیات کے پروفیسر ہین انکا بیان ہے:-

"اگر مارکونی کے خیال کے مطابق ان اشارات کا مبدا کسی دور دراز فاصلہ پر ہے تو نظام شمسی کے کسی حصہ مین ہوگا، لیکن یہ دعوی کہ وہان سے کسی ذیعقل ہستی نے انہین قصداً پیدا کیا ہے، میرے نزدیک بجاے عقل وشہادت کے خواہش وجذبات پر مبنی ہے"

بیانات بالا سے معلوم ہوا ہوگا کہ متعدد مشاہیر علماء سائنس کی رائے مین ان اشارات کا مریخ سے پیدا ہونا مستبعد نہین، بعض اس معاملہ مین متردد ومذبذب ہین، ایک صاحب کی رائے مین بجاے مریخ کے یہ اشارات زہرہ سے پیدا ہورہے ہین، اور دو ایک شخص ایسے بھی ہین جنکے نزدیک اس قسم کا امکان ہی باطل ہے، اور یہ قیاس سرے سے بے بنیاد ہے،

جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، مریخ سے نامہ وپیام کا خیال کوئی نیا خیال نہین، آج سے بارہ سال پیشتر امریکہ کے ایک سائنٹسٹ پروفیسر نکولا ٹسلا نے جس نے مسائل لاسلکی کا طویل وعمیق مطالعہ کیا تھا، شد ومد سے یہ دعوی کیا تھا کہ باشندگان مریخ کرۂ ارض کی جانب برقی پیامات بھیج رہے ہین، اور باشندگان ارض پر انکا جواب دینا واجب ہے، وہ کہتا تھا کہ

"کہربائے لاسلکی کے سامنے فاصلہ کوئی حقیقت نہین رکھتا، اسمین اگر کافی قوت ہو تو پیامات جس طرح صدہا میل تک جاسکتے ہین، اسی آسانی کے ساتھ لاکھون کرورون میل کی مسافت بھی قطع کرسکتے ہین"

چنانچہ اسی زمانہ مین اس نے جزیرہ لانگ مین دریاے نیاگرا کے دہانہ کے قریب نہایت وسیع وعظیم الشان پیمانہ پر ایک برقی کارخانہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تھا، جسمین کئی ارب گھوڑون کی قوت کا ذخیرہ ہوا، اسکے بعد سے پھر ٹسلا صاحب نے اپنی مہر سکوت نہ توڑی،

اُسکے بعد چند سال کا ذکر ہے کہ پروفیسر ٹاڈ نے یہ ارادہ کیا کہ ایک خاص غبارہ پر سطح زمین سے دس میل کی بلندی پر اڑکر ان لاسلکی پیامات کو جو کسی سیارہ سے آرہے ہین درمیان سے

اچک لیا جائے، لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ کہربائے فضائی کی مداخلت اس تجربہ کو کامیاب ہونے دیگی، تو بالآخر وہ اس قصد سے دست بردار ہوگیا،

ایک اور تجویز یہ بھی پیش ہو چکی ہے کہ روشنی کو آلۂ مخاطب بنایا جائے، یعنی زمین پر نور کے مثلث وغیرہ اشکال ہندسی ایسے بنائے جائین جو اہل مریخ کی خاص طور پر جانب توجہ کرین، لیکن زمین سے مریخ تک فاصلہ اسقدر ہے کہ اگر یہان کسی مقام پر ۴۰ کھرب (۴۰..........) بتیون کی قوت یکجا کیجائے تو کہین جا کر اسکی ذراسی جھلک مریخ مین نظر آسکتی ہے، لیکن اتنی قوت کی برقی روشنی پیدا کرنے کے معنی یہ ہین کہ فی گھنٹہ ......۱۰ روپیہ (پندرہ کرور روپیہ) کا صرف گوارا کیا جائے؛

پھر اگر لاسلکی ہی طاقت کے ذریعہ سے زمین و اجرام فلکی کی درمیانی مسافت طے کیجائے تو مریخ، زہرہ وغیرہ تو الگ رہے، جو سیارہ کرۂ ارض سے قریب ترین ہے، وہ الفاسنٹاری ہے، اور اسکا فاصلہ زمین سے ....۴۰ کیلومیٹر ہے، (ایک کیلومیٹر پانچ فرلانگ کے مساوی ہوتا ہے) اور لاسلکی کی انتہائی رفتار ابتک فی سکنڈ ۲۹۵۰۰۰ کیلومیٹر کی ثابت ہوئی ہے اس حساب سے اگر اس قریب ترین ستارہ کے پاس بھی آج لاسلکی پیام روانہ کیا جائے تو پورے چار برس چار مہینہ مین وہان تک پہنچ سکیگا،

مذکورۂ بالا بیانات شایع ہو چکنے کے بعد لندن کے مشہور اخبار مانچسٹر گارڈین کے ایک نمایندہ نے مارکونی سے جا کر پھر ملاقات کی، اور مارکونی نے حسب ذیل بیان دیا:-

مریخ سے گفتگو؟ جی نہین، مین مریخ سے گفتگو مین مشغول نہین ہون، اس عام خیال کی اشاعت کا مین ذمہ دار نہین، بلکہ مسٹر ویلز دمسیو فلامریان اُسکے ذمہ دار ہین، اسی عام خیال کے

محیط ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ میرے پچھلے بیان کو لوگون کے تخیلہ نے طرح طرح کے معنی پہنانا شروع کردیئے ہین؛

تاہم مین اسکا ضرور قائل ہون کہ لاسلکی پیامات کا فضا کو طے کرجانے کا امکان ہے، میرے نزدیک دوسری قسم کے امواج کو بھی فضا کا طے کرجانا ناممکن نہین، جیسا کہ بعض اشخاص اسوقت دعوی کر بیٹھے ہین، برقی امواج، اُن امواج حرارت و نور سے بہت قریب کا تعلق رکھتی ہین جو خلا کو طے کرکے ہمارے کرۂ ارض تک پہنچتی ہین، اور برقی امواج کا خلا کو طے کرسکنا زیادہ تر اس امر پر مبنی ہے کہ اُن کا طول کسقدر ہے،

..... ایتھر کے اندر سے برقی امواج کا گذر یقیناً ہوسکتا ہے، اور بعض دوسرے اصناف مادہ کے اندر سے بھی ممکن ہے، گو بہت کم حد تک، لاسلکی پیامات بڑی بڑی مسافتین طے کرکے دیوار کے اندر سے گذر کر پہنچتے ہی رہتے ہین، چنانچہ اسوقت خود اسی کمرہ مین جو چارون طرف سے بند ہے، اور دیوارون کے حائل ہونے کے باوجود، لاسلکی پیامات کا ہجوم ہے جو تمام دنیا سے آرہے ہین، اور جنہین ایک چھوٹا سا آلہ قبول کر رہا ہے، البتہ مادہ کی بڑی بڑی ٹھوس ضخامتین مثلاً پہاڑ، غالباً ان امواج کے لئے سد راہ ہوتے ہونگے، اور اسوقت سے یہ امواج اُن کے اُوپر سے گذر کر آتے ہونگے،

میرے خیال مین یہ امواج زمین کے ٹھوس کرہ کے اندر داخل ہو کر نہین سفر کرسکتی ہین چنانچہ کرۂ ارض کے دوسرے سرے سے جو پیامات آتے ہین، مین سمجھتا ہون کہ وہ قشر ارض کو توڑ کر نہین آتے بلکہ سطح ارض کا چکر لگاتے ہوئے آتے ہین،

قوت برقی کی چھوٹی موجین بیشک قشر ارض اور فضا کی بالائی سطح تک محدود ہین لیکن طویل امواج کے لئے فاصلہ کی کوئی تعداد نہین مقرر کیجا سکتی ہے، جس حد تک ان امواج کی

تخلیق پر قدرت حاصل کیجا چکی ہے، اسکے لحاظ سے امواج کی قوت مین تخفیف و اضافہ کرتے رہنا بالکل ہمارے اختیار مین ہے، اور اس بنا پر مجھے یقین ہے کہ امواج کا اجرام فلکی تک پہنچ جانا بالکل ممکن ہے،

رہا یہ کہ حال مین جو لاسلکی ہیجانات تجربہ مین آئے ہین، اُنکے متعلق مین پیشتر کہہ چکا ہون کہ ممکن ہے اُنکا تعلق آفتاب کے داغون سے ہو، لیکن ابتک مجھے اسکا ثبوت مطلق نہین ملا ہے اور یہ مین علانیہ تسلیم کرتا ہون کہ ابھی تک ہمارے معلومات اس باب مین بہت ہی ناقص و ناکمل ہین،

ڈاکٹر برنین نے جو برقیات کے ماہر ہین، مسئلہ کے نفی و اثبات دونون کے دلائل کا خلاصہ لکھدیا ہے، وہ تائیدی شواہد حسب ذیل درج کرتے ہین:-

(۱) مریخ کی سطح پر خطوط مستقیم کا جال نظر آتا ہے، جنمین سے بعض خطوط دہرے ہین،

(۲) کرۂ مریخ کے قطبین پر وہان کے موسم سرما مین بڑی بڑی سفید چادرین سی نظر آتی ہین، جو برفستان معلوم ہوتی ہین، موسم گرما کی آمد کے ساتھ یہ رفتہ رفتہ پگھلتی جاتی ہین، اور وہ خطوط جنکو ہم نہرین سمجھتے ہین وسیع ہوتے جاتے ہین،

(۳) اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ مریخ بالکل خشک کرّہ ہے، جہان پانی کا قحط ہے اور وہان کے باشندون نے جو انجنیری مین استاد کامل معلوم ہوتے ہین، اپنے ہان آبرسانی کا ذریعہ انہین نہرون کو رکھا ہے، جنہین وہ برفستانی اقطاع سے کاٹ کر لاتے ہین، یہ خیالات ہین اُس فریق کے جو مریخ سے امکان نامہ و پیام کا مدعی ہے، فریق مخالف اُنکے جواب مین امور ذیل پیش کرتا ہے:-

(۱) علمار فلکیات کی تحقیقات سے مریخ مین نہرون کا تو کیا، خطوط مستقیم ہی کا وجود ثابت نہین قوی ترین دوربینون، نیز اجرام فلکی کی تصاویر کی مدد سے بھی جو شے ابتک مشاہدہ مین آئی ہے

وہ سطح مریخ کے بعض شگاف یا دراز ہین، مگر ان پر خطوط مستقیمہ کا اطلاق کسی طرح نہین ہوسکتا،

(۲) قیام حیات کے لئے آفتاب کی حرارت ضروری ہے، لیکن مریخ آفتاب سے اس قدر دور دراز فاصلہ پر ہے، کہ آفتاب کی جسقدر حرارت ہم تک پہنچتی ہے، اسکا صرف ۱/۲ حصہ مریخ تک پہنچ سکتا ہے، ایسی حالت مین وہان انسانی آبادی کا وجود کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے،

(۳) مریخ کی فضا مین بخارات مائیہ کا وجود ابتک باوجود تلاش و تحقیقات نہین ثابت ہوا ہے اور انکی عدم موجودگی کے ساتھ مریخ مین انسانی آبادی کی موجودگی پر کیونکر یقین آسکتا ہے،

ڈاکٹر برنین اپنی ذاتی راے یہ لکھتے ہین کہ موجودہ معلومات و شواہد کے لحاظ سے مریخ کے ساتھ نامہ و پیام کا مطلق امکان نہین معلوم ہوتا۔

(ماخوذ از سائنس سیلیفنگز و دیگر رسائل)

تلخیص و تبصرہ

چار ہزار سال قبل کا تمدن

بابل وکلدان کے تمدن کی قدامت یورپ کو مدت سے مسلم ہے، حال مین اُسکے متعلق کچھ اور انکشافات ہوے ہین، جنکی بابت پروفیسر سائیس نے لندن کے اخبار آبزرور مین ایک مضمون تحریر فرمایا ہے،

پروفیسر موصوف لکھتے ہین کہ قدیم مشرقی تمدن گو آرات مادی کے لحاظ سے ہمارے موجودہ تمدن کے ہمسر نہو، گو اسوقت ریل، ٹرامویے، تار، ٹیلیفون، دخانی جہاز، ہوائی جہاز وغیرہ نہون، تاہم جہانتک تہذیب وشائستگی کا تعلق ہے، وہ اس سے کسی طرح کم نہ تھا، بلکہ بعض حیثیات سے افضل واشرف بھی تھا،

قدیم یونان وروما کی عظمت وبزرگی سے ہم مدت ہوئی کافی واقف ہوچکے ہین، اسکے بعد مصری تمدن کے متعلق انکشافات ہوے، اور پھر کریٹ کے صنائع وتہذیب سے ہم روشناس ہوے، اب بابل کی باری ہے، بابلی تمدن کی اصلی فضیلت مصر وکریٹ کی طرح فنون لطیفہ کی حیثیت سے نہین بلکہ ادبی وتجارتی حیثیت سے تھی،

بابل کے تازہ ترین اثری انکشافات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کی ولادت سے صدہا سال قبل کلدان کو متعدد فرمانرواؤں اپنا پایہ تخت بنا چکے تھے، اور ان سلاطین کے زیرنگین سوسہ سے لیکر بحرروم اور کوہ طارس سے لیکر خلیج فارس تک پورا علاقہ تھا، ایشیاے کوچک کے مشرقی حصہ مین قیصریہ سے کوئی تین میل کے فاصلہ پر اہل بابل کی ایک نیم تجارتی ونیم فوجی

نوآبادی قائم تھی، جو شمال ومغرب کی شاہراہ پر قابض تھی، اور جو دہات کی تجارت کا مرکز تھی، ایشیاے کوچک مین چاندی، تانبا، اور پارہ کی جو کانین تھین، ان مین بابل کے کارخانہ دار کام کرتے تھے، اور مغربی ایشیا، کے لئے معدنیات کی بہمرسانی کرتے تھے،"

حال مین جو صدہا کتبات مٹی کے پتّرون پر لکھے ہوے بابل مین دستیاب ہوئے ہین جو ۲۲۰۰ قبل مسیح کے ہین، یعنی آج سے ۴۳۲۰ سال قبل کے، ان کتبات مین بعض خطوط ہین جو کاروباری معاملات پر ہین، اور بعض خطوط تجارتی وقانونی معاملات سے متعلق ہین، ان کتبات کے مطالعہ سے یہ بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ دارالسلطنت پر دفعتہً کوئی مصیبت نازل ہوئی، جسکے بعد اسکی عظمت گمشدہ واپس نہ آسکی،

نوآبادیون مین زیادہ تعداد اہل اسیریا کی تھی، اسیریا اس زمانہ مین بابل کا ایک صوبہ تھا، اسکا نظام حکومت جمہوری تھا، اگرچہ براے نام شاہان بابل کا تسلط بھی اسیریا پر تھا، حقیقتہً اسپر حکمرانی خود وہین کے عہدہ دار کرتے تھے، صوبہ کا حکمران والی کہلاتا تھا اور شہر کا حکمران "رئیس" ان دو کے علاوہ متعدد جج اور دیگر حکام بھی ہوتے تھے، جنکے نام سے پنج روزہ "ہفتہ" موسوم ہوتا تھا، (سال کی تقسیم اس زمانہ مین پنج روزہ ہفتون مین تھی)۔

کتبات سے اسکا بھی پتہ چلتا ہے کہ ملک بھر مین سڑکین قائم تھین، اور ان پر ڈاکیہ ڈاک لیکر آتے جاتے تھے، اگرچہ مکتوبات، انکے لفافہ، انکے ٹکٹ، ہر چیز مٹی کی بنی ہوئی ہوتی تھی، ڈاک کے ہرکارون کی آمد ورفت شبانہ روز برابر جاری رہتی تھی، چنانچہ ایک خط مین کاتب صاحب مکتوب الیہ کو لکھتے ہین کہ کاش شب مین مطلع صاف اور چاندنی رہے، تاکہ ڈاکیہ راستہ جلد طے کرسکے، بعض خطوط مین ایسے اشارات بھی ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین چک اور ہنڈی کا بھی رواج تھا۔

ایک عجیب بات یہ دریافت ہوئی ہے کہ ہر والی صوبہ کے ساتھ ایک "والیہ" اور ہر رئیس کے ساتھ ایک "رئیسہ" بھی ہوتی تھی، جنہین والی و رئیس کے بالکل حقوق و اختیارات حاصل رہتے تھے، مردون کی طرح عورتین تجارت کرتی تھین، اپنی ذاتی جائدادین رکھتی تھین، اور قانونی و آئینی حیثیت سے مردون کے ہم رتبہ تھین، سب سے بڑھکر یہ کہ مضافات شہر مین ایک مقام عورتون کی بستی سے موسوم تھا، جہان مخصوص عورتون کے لئے ایک دار العلوم قائم تھا، جسکے دو شعبہ ادب و فنون سے متعلق تھے، اور ہر شعبہ کا افسر اعلیٰ ایک مرد پرنسپل ہوتا تھا۔

اجتماعیات جدیدہ

اجتماعیات (Sociology) اور بلدیات (Civics) یہ دو علوم عموماً جدید سمجھے جاتے ہین، اور آخر الذکر تو بالکل ہی نو پیدا سمجھا جاتا ہے، چند ماہ ہوے معارف مین یہ تذکرہ آچکا ہے کہ بمبئی یونیورسٹی نے یورپ کے نامور فاضل پروفیسر گیڈیس کو اپنے ہان اجتماعیات کا پروفیسر مقرر کیا ہے، ہندوستان کی خوش قسمتی سے پروفیسر موصوف نے اس منصب کو قبول کر لیا، ماہ گذشتہ مین انھون نے "اجتماعیات و بلدیات" کے عنوان سے بمبئی مین ایک پبلک لکچر دیا جسکا خلاصہ کرانیکل مین شائع ہوا ہے، ذیل مین اسکے بعض مقامات کے اقتباسات درج کئے جاتے ہین

پروفیسر موصوف نے فرمایا کہ اگرچہ اجتماعیات کا علم عموماً جدید خیال کیا جاتا ہے، لیکن حقیقۃً وہ ایک نہایت قدیم علم ہے، اور کم از کم ہندوستان تو شاسترون کی وساطت سے اس سے بہت مدت سے روشناس ہے، اجتماعیات کا اصلی فرض یہ ہے کہ وہ تاریخ کی ترجمانی، تاریخ کی تعبیر و تشریح کرے، اور تاریخ کے اقتصادی، اخلاقی، اثری، روحانی و دیگر عناصر کی تحلیل و تعلیل کرے، چنانچہ اجتماعیات کے مبادی، نفسیات، حیاتیات و طبعیات ہی کے قضایا سے ماخوذ ہوا ہین

لیکن اسکے فرائض یہین ختم نہین ہوجاتے، اسکا کام محض یہی نہین کہ ماضی کی تفسیر کرے، اور موجودہ علوم مین تنظیم پیدا کرے، بلکہ اسکا کام یہ بھی ہے کہ ارتقا، اقوام و اُمم معاصرہ پر ایک گہری نظر کرے، افراد و جماعات کے تعلقات متعین کرے، واقعات حاضرہ کے پورے مفہوم کو سمجھے، اور معاشرت کے جملہ مسائل کو زیر نظر رکھے، اس بنا پر اجتماعیات کی حیثیت محض نظری نہین بلکہ عملی زندگی مین بھی قدم قدم پر اسکی ضرورت پڑتی ہے، اس علم کی بنیاد دور جدید مین اگرچہ فرانس مین پڑی، لیکن اب امریکی یونیورسٹیون کے نصاب درس مین یہ شامل ہے، اور اُمید ہے کہ ہندوستانی یونیورسٹیون مین بھی عنقریب اُسکے لئے پروفیسرون کا تقرر ہو،

آگے چل کر علم المعاشرت کے مختلف مسائل پر گفتگو کرنے کے بعد فاضل لکچرر نے بیان کیا کہ جنگ عظیم اس حقیقت کی ایک تازہ نظیر تھی، کہ محاربات مادی بھی دراصل مختلف نظریات ہی کی معرکہ آرائیان ہوتی ہین، گذشتہ جنگ کی مثال بالکل یہ ہے کہ دو فریق باہم علمی مناظرہ کر رہے ہون اور مناظرہ کرتے کرتے ہاتھا پائی کی نوبت آگئی ہو، یہ جنگ درحقیقت دو فریقون کا مناظرہ تھا، جنمین سے ایک حکومت کے مطلق الاختیار و مقصود بالذات ہونے پر زور دیتا تھا، اور دوسرا حریت انسانی کا مدعی تھا، اور اسی عقلی کشمکش کا نتیجہ بالآخر اس ہولناک جنگ کی صورت مین رونما ہوا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسائل عقلی کا دائرہ محض نظریات و افکار تک محدود نہین بلکہ اُن کا اثر عملی زندگی پر بھی بہت کافی پڑتا ہے، پس اگر نفسیات اجتماعی کا ہمین صحیح علم ہو تو ہم نفس بشری کے محرکات کو بھی اچھی طرح سمجھ سکتے ہین،

کائنات کا کوئی واقعہ دوسرے واقعات سے غیر متعلق نہین، ہر واقعہ دوسرے واقعات سے علل و معلول کے رشتہ مین مربوط ہوتا ہے، اور مستقبل تمامتر ماضی و حال کا نتیجہ ہوتا ہے، افراد کا کوئی فعل محض ذاتی فعل نہین ہوتا، بلکہ ہر انفرادی فعل ایک اجتماعی اثر رکھتا ہے، اجتماعیات کی

یہ تعلیم، اقتصادیات و سیاسیات کی اس قدیم تعلیم سے بالکل مختلف ہے، جسکا ماحصل یہ ہے کہ انسان (فرد) کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ حدود قانون کے اندر رہ کر محض ذاتی حیثیت سے وہ تنازع للبقا، مین اپنے لئے کامیابی حاصل کرلے، اجتماعیات کی یہ تعلیم اس خود غرضی کے بالکل مخالف ہے کہ ہر فرد پر کثرت سے اجتماعی ذمہ داریان عاید ہین، اور تعلیم، حفظان صحت، مکانات اور شہرون کی نقشہ بندی پر توجہ کرنا ایک معاشری و اجتماعی فرض ادا کرنا ہے،

موجودہ نظام تعلیم مین ایک بڑا نقص یہ ہے کہ تاریخ کو قطعی حیثیت سے مختلف ادوار و قرون مین تقسیم کردیا گیا ہے، حالانکہ تاریخ ایک مسلسل شے ہے، پہلے کالجون مین تاریخ یورپ، جنگ واٹرلو پر ختم کردیجاتی تھی، پھر محاربۂ فرانس و جرمنی (۱۸۷۰ء) پر ختم کی جانے لگی، لیکن درحقیقت واقعات حاضرہ کو تاریخ کے دائرہ سے الگ رکھنا گویا طب کے دائرہ سے زندہ اشخاص کو باہر رکھنا ہے، تاریخ ماضی نام ہے سیاسیات گذشتہ کا، اور تاریخ حال نام ہے سیاسیات حاضرہ کا، واقعات و احوال حاضرہ کو تاریخ کے دائرہ سے باہر رکھنے کے کوئی معنی ہی نہین،

اسکے بعد فاضل پروفیسر نے ماضی سے لیکر حال تک کی مختلف عظیم الشان عمارات کا تذکرہ کیا اور پھر یہ کہا کہ شہرون کی نقشہ بندی اور سلیقہ کے ساتھ عمارات کی تعمیر، تاکہ ہر عمارت، صفائی، خوشنمائی، کفایت وغیرہ ہر حیثیت سے بہتر ہو، ایک اہم اجتماعی فرض ہے، سڑکون کی توسیع کے ساتھ ناکارہ عمارات کا انہدام بھی فرائض بلدیہ مین داخل ہے، لیکن ایسا صرف اشد ضرورت کے وقت کرنا چاہیئے، ورنہ جہانتک ممکن ہو، قدیم عمارات کی مرمت کرکے، اور انہین صاف کرکے کام نکالنا چاہیئے، بڑودہ مین ایک تالاب گندہ ہوگیا تھا، انجینیرون نے یہ راے پیش کی کہ اسے بند کردینا چاہیئے اور اسکا تخمینہ مصارف لاکھون روپیہ کا پیش کیا، اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک ماہر فن نقشہ بندی اُدہر آنکلا، اُس نے اسکی گندگی و غلاظت دور کرکے صرف پانچسو روپیہ مین اُسے

ہر حیثیت سے مفید و خوش منظر بنادیا، اسکے آگے پروفیسر گیڈیس کے الفاظ قابل غور ہین:-

"سونے کے کانون سے کہین زیادہ قابل قدر اشخاص کی جانین ہین، ہندوستان کے افلاس اور انگلستان کے تمول کا اصلی راز یہ نہین کہ یہان کے مقابلہ مین وہان آلات، روپیہ، اور مادی ساز و سامان زیادہ ہے، بلکہ یہ ہے کہ وہان ہندوستان کی سی ہولناک شرح اموات نہین، انگلستان مین اوسط عمر ۴۵ سال ہے، بخلاف اسکے ہندوستان مین ۲۶ ر ۱۸ ہے، البتہ یہ دیکھکر مسرت ہوتی ہے کہ ہندوستان مین اسکا احساس پیدا ہو چلا ہے"

آخر مین لکچرر نے اجتماعیات و بلدیات کے مسایل کی اہمیت علمی و عملی دونون حیثیات سے بیان کی اور اسی پر اُنکے لکچر کا خاتمہ ہوا۔

سری کرشن

بنارس کے دقیق النظر فلسفی بابو بھگوان داس کا ذکر ایک آدہ مضمون کی تقریب سے اس سے پیشتر بھی معارف مین آچکا ہے، حال مین اُنھون نے رسالہ ہندوستان ریویو کے دو نمبرون مین ہندوؤن کے مشہور مقدس بزرگ سری کرشن پر ایک مفصل مضمون تحریر کیا ہے، جسکے بعض مقامات اُردو خوان پبلک کے سامنے لائے جانے کے قابل ہین،

ہندوؤن کے ہان ایک مشہور مسئلہ اوتارون کا ہے، عام ہندوؤن کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا اپنے تئین دنیا کے سامنے وقتاً فوقتاً مختلف قالبون مین پیش کیا کرتا ہے، چنانچہ رامچندر، کرشن، وغیرہ خدا کے اوتار ہوئے ہین، بابو صاحب موصوف کہتے ہین کہ ان اوتارون کا ظہور خود بخود نہین ہوا کرتا، بلکہ اسی وقت ہوتا ہے، جب دنیا مین انکی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ اوتار مختلف مقاصد کے پورا کرنے کے لئے مختلف حیثیات و مختلف مدارج قوت کے پیدا ہوتے رہتے ہین اور

یہ اوتار جس طرح نیکی کے ہوتے ہین، اسی طرح بدی کے بھی ہوتے ہین، مثلاً رامچندر نیکی کے اوتار تھے اور راون بدی کا تھا، بھگود گیتا مین ارشاد ربانی ہے کہ

"مین اگرچہ ہر شے اور ہر ہستی مین عام اس سے کہ وہ متحرک ہو یا غیر متحرک، موجود ہون تاہم میرے غیر معمولی طور پر قوی مظاہر (اوتار) میری قدرت، میری قوت فعال کو خاص طور پر ظاہر کرتے ہین"

جب کسی علاقہ مین قانون شکنی و بدامنی حد سے زاید ہو جاتی ہے تو وہان قیام نظم و امن کیلئے خاص طور پر انتظام کرنا ہوتا ہے، اور تعزیری پولیس وغیرہ زاید بھیجنی پڑتی ہے، اسی طرح جب دنیا مین بداخلاقی و معصیت حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو اسکی اصلاح کے لئے خدا اپنے صفات مین سے کسی ایک صفت کو جسم انسانی مین متشکل کر کے ہدایت و اصلاح خلق کے لئے بھیجتا ہے اور وہی شخص خدا کا اوتار کہلاتا ہے، مصلحین و ہادیان خلق کے مختلف مدارج ہوتے ہین، ان مین سب سے اونچا طبقہ اوتارون کا ہوتا ہے،

یہ ہادیان طریقت کتنی قسم کے ہوتے ہین، اسکے جواب مین فاضل موصوف کہتے ہین کہ انکی اتنی ہی اقسام ہوتی ہین جتنی خود شعبۂ حیات کی، حیات نفسی کے اہم شعبہ جات تین ہین، علم یا وقوف، احساس یا خواہش، ارادہ یا عمل، حیات اجتماعی مین جب کچھ نقص یا فساد ہوگا وہ انہین تین مین سے کسی ایک صورت مین پیدا ہوگا، اور اسلئے اصلاح و ہدایت کے بھی خاص راستے یہی تین ہین، اس بنا پر مصلحین کے مراتب ذیل قرار پاتے ہین،

(۱) سب سے پہلا طبقہ اُن مصلحین کا ہوتا ہے جو اسوقت پیدا ہوتے ہین جب دنیا پر مادیت کا ابر غلیظ چھایا ہوتا ہے، اور حرص و ہوس، نفسانیت و خود غرضی، خودی و خود بینی کی تعلیمات شایع ہوتی ہین، ایسے موقع پر مجددین کا ظہور ہوتا ہے، جو غلط تعلیمات کے بجائے دنیا کو اخلاق کا درس

اور نیکی کی تعلیم دین، دنیا کے بڑے بڑے شعراء، حکماء، وغیرہ اسی طبقہ مین آتے ہین، ہندوستان کی تاریخ مین بیاس، شنکر اچاریہ اسی جماعت کے ارکان ہوئے ہین،

(۲) فساد و فتنہ کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ اہل دنیا کے احساسات فاسد ہو جاتے ہین، اور محض علمی یا عقلی حیثیت سے نہین بلکہ بہ لحاظ جذبات رذیلہ و شہوات دنیا مین بدکرداری و بدچلنی کا سیلاب آیا ہوتا ہے، اسوقت ایسے داعیان حق وجود مین آتے ہین، جنکی زندگی خلوص و ایثار، تقدس و پاکبازی کا مجسمہ ہوتی ہے، اور دنیا کے سامنے سب سے بڑا درس حق خود ان حضرات کی بے لوث زندگی، اور معجزانہ سیرت ہوتی ہے، گرونانک، باباکبیرداس، گوتم بدھ، و حضرت مسیح کے نام اس سلسلہ مین لئے جاسکتے ہین،

(۳) لیکن ہر دو طبقات بالا کے مصلحین کی کوششین ناکام ثابت ہوتی ہین، جب غلط تعلیمات و فاسد جذبات کی اشاعت بجاے گھٹنے کے روز بروز ترقی پر ہوتی جاتی ہے، اسوقت وہ بلند ترین ہستیان منصۂ شہود پر آتی ہین، جو تاریخ عالم کا رخ بدلدیتے ہین، اور جو نوع انسان کی مسلسل غلط کاریون و گمراہیون کے بجاے اپنا آئین اصلاح، اور شریعت رشد و ہدایت دنیا کے لئے ورثہ مین چھوڑ جاتے ہین، ہندوستان مین اس درجہ کے ہادی رام، و کرشن ہوئے ہین، اور

"ہندوستان کے باہر پیغمبر محمد، جو نہ صرف ایک جدید مذہب بلکہ ایک جدید تمدن و سلطنت بھی قائم کر گئے"

یہ اوتارون کا ایک عام اجمالی بیان تھا، سری کرشن کی اصلی خصوصیت (جسمین چند ہی افراد اُنکے شریک و سہیم ہین) یہ تھی کہ ان مین ہر سہ فضائل بالا حد کمال تک موجود تھے، اُن کی جامعیت فضائل و کمالات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہندؤن کے ایک بہت بڑے گروہ کے عقیدہ کے لحاظ سے وہ ذات ایزدی کے کامل ترین مظہر تھے، یہانتک کہ رامچندر سے

بھی اُن کا پایہ بلند تھا! یہ خوش اعتقادی اگرچہ قطعاً مبالغہ پر مبنی ہے، اِسلئے کہ ہستی مُطلق کا کامل ظہور ایک ہستی محدود کے ذریعہ سے ہونا بداہتہً محال ہے، تاہم اس اعتقاد سے اس کا قیاس ہوسکتا ہے کہ سری کرشن کی محبت و عظمت کا کسقدر گہرا نقش قلوب انسانی پر جما ہوا ہے اسمین شبہہ نہین کہ رامچندر و سری کرشن دونون ہندو قوم کے نزدیک سب سے زیادہ مقدس ہستیان ہین، تاہم جو جامعیت و ہمہ گیری کرشن کی زندگی مین تھی اُسکے لحاظ سے انکا کوئی شریک نہین، اور اسکے اسباب بھی موجود ہین،

جسطرح موجودہ حکما، مغرب، دنیا کی عمر کو دورِ حجر، دورِ جدید وغیرہ مختلف ادوار مین تقسیم کر رہے ہین، اسی طرح حکما، ہند نے دنیا کی عمر کو چار زمانون یا جگون مین تقسیم کیا ہے، ست جگ[1]، ترتیا جگ[2]، دواپر جگ[3]، اور کل جگ[4]، ست جگ گویا انسان کی معصومیت کا دور تھا، اسوقت ہر طرف نیکی ہی نیکی تھی، اور بدی بمنزلہ صفر تھی، دوسرے دور ترتیا مین نیکی کی قوت کسیقدر گھٹنے لگی اور بدی و نیکی کے عناصر مین ایک اور تین کا تناسب قائم ہوگیا، تیسرے دور دواپر مین نیکی و بدی کی قوتین مساوی ہوگئین، اور دونون کے عناصر یکسان قوی ہوگئے، چوتھے دور کلجگ مین بدی کا غلبہ ہے، اور ہر طرف بدکرداری، خودغرضی و نفسانیت کا دور دورہ ہے،

رامچندر کی پیدائش ترتیا کے خاتمہ اور دواپر کے آغاز مین ہوئی، بخلاف اسکے کرشن کی پیدائش اسوقت ہوئی جبکہ دواپر ختم اور کلجگ شروع ہو رہا تھا، چنانچہ مہابھارت کی جنگ جو اسوقت ہوئی، بلحاظ اپنے شدائد کے اس جنگ سے کہین بڑھی ہوئی تھی، جو رامچندر کے زمانہ مین ہوئی تھی، اور چونکہ سری کرشن کی پیدائش کے ساتھ ہی خودغرضی و نفسانیت کا موجودہ دور شروع ہوگیا تھا، اس لئے انکی زندگی حالات حاضرہ کے لحاظ سے خاص طور پر سبق آموز و بصیرت افروز ہے

بھاگوت پران مین ہے کہ کرشن کی عمر ۱۲۵ سال کی ہوئی، اس طویل زندگی کا ہر ہفتہ

بلکہ ہر روز بدکردارون کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ مین صرف ہوا ہے، اپنی شیرخوارگی کے زمانہ مین کرشن نے اپنی دایہ پتنا کو دانت سے کاٹ کر ہلاک کیا، جو اپنے زہرآلود سینہ سے اسکی رضاعت کے لئے بھیجی گئی تھی، اور اپنی دنیوی زندگی کے آخری دن اُنھون نے اپنے ہاتھ سے اپنے ایک محبوب شاگرد کو جو قاتل تھا، قتل کیا، جسوقت وہ تولد ہوئے تھے، دنیا پر ظلم و جبر، حرص و طمع، سفاکی و شقاوت کی حکمرانی تھی، اور تاجدارون کا ممبر رہزنون سے بڑھا ہوا تھا، سری کرشن کی ساری عمر دنیا کو ان ظالمون کے پنجہ سے نجات دلانے مین گذری، مہابھارت کی جنگ عظیم انہین نے برپا کرائی، جسمین فریقین کی مجموعی تعداد ۴۰ لاکھ تھی، (۲۵ لاکھ فوج کورون کی، اور ۱۵ لاکھ پانڈون کی تھی) اور جب اُنھون نے دیکھا کہ ابھی اُن کا مقصد حاصل نہین ہوا تو دوارکا کے قریب دوسری جنگ برپا کراکے اُنھون نے خود اپنے ہی کُنبہ اور برادری کے ۵ لاکھ آدمیون کو اور ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل کرا دیا، جب جاکر کہین دنیا کو امن و سکون نصیب ہوا،

سری کرشن کی اصلی تعلیم محبت و مساوات کی ہے، وہ تعصب، استبداد اور ظلم کے دشمن تھے ہیئت اجتماعی کا نظام اسی وقت درست رہ سکتا ہے، جب ہر طبقہ، ہر جماعت، اور ہر فرد کو اپنی اپنی جگہ پر آزادی و اطمینان حاصل ہو، اور کوئی کسی دوسرے کے کام مین خوامخواہ مداخلت نکرے وہ دنیا سے سیاسی و معاشری استبداد کو دفع کرنے آئے تھے، اور جب یہ دور ہوگیا تو از خود ہر شخص اپنے حدود سے تجاوز کرکے دوسرون کے دائرہ عمل مین دخل دینے لگتا ہے، سری کرشن نے اسی بُت کو توڑا۔

بھگوت گیتا (کرشن کے لکچرون کا مجموعہ) کی تعلیم کا لُب لباب یہ ہے کہ انسان کو بہ کمال دیانت و بےنفسی اپنے فرائض کا علم حاصل کرنا چاہیئے، اور جب ایکبار اُسے اپنے فرائض معلوم ہوجائین تو پوری بےخوفی کے ساتھ اور بلا پس و پیش انکے مطابق عمل شروع کردینا چاہیئے، ادای فرض کی راہ مین

کسی خوف وطمع، دوستی، قرابت و دنیوی تعلق کو نہ حایل ہونا چاہیئے۔

اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر کرشن کی تعلیم بھی تمامتر محبت و خلوص کی تھی تو حضرت مسیح کی طرح کیون نہ انھون نے ہر موقع پر انسان کے لئے حلم وانکسار لازمی قرار دیا، بیشک ان دونون مقدس ہستیون کی بعض تعلیمات مین کافی اختلافات ہین، لیکن یہ اختلافات اس اختلاف کی فرع ہین جو دونون کے مقصد حیات وغایت بعثت مین تھا، مسیح کے پیش نظر تمامتر روحانی پاکیزگی تھی، کرشن کا مقصود اسکے علاوہ دین کے ساتھ دنیا کی بھی اصلاح تھی، لیکن دونون کی تعلیمات مین تناقض مطلق نہین، مسیح کا فرمان ہے کہ "اپنا داہنا رخسار بھی سامنے کردو"، مگر کب؟ جب طمانچہ خود تمہارے بائین رخسار پر پڑا ہو، کرشن کا ارشاد ہے کہ "جنگ کرو" مگر کب؟ جب اس شخص پر زد آتی ہو جو تمہاری حفاظت وامن مین ہے، ایسی حالت مین کون کہہ سکتا ہے کہ ایک کی تعلیم دوسرے کی تلقین کے منافی ہے؟

اخبار علمیہ[لہ]

متمدن ممالک اپنے ہان تعلیم پر فی کس جس شرح سے خرچ کرتے ہین، نیز برٹش ہندوستان مین فی کس کیا اوسط صرف تعلیم پڑتا ہے، اسکا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا، جو اگرچہ جنگ سے قبل کے ہین، تاہم یہی تناسب اب بھی قائم ہے، اور صحیح موازنہ کے لئے یہ کافی ہے،

پنس شلنگ (ایک شلنگ بارہ پنس کا ہوتا ہے)

(۱) امریکہ -
۰ - ۱۶ (۱۰) سویڈن
۷ - ۵
(۲) سوئٹزرلینڈ
۸ - ۱۳ (۱۱) بلجیم
۴ - ۵
(۳) آسٹریلیا
۳ - ۱۱ (۱۲) ناروے
۱ - ۵
(۴) انگلستان
۰ - ۱۰ (۱۳) فرانس
۱۰ - ۴
(۵) کناڈا
۹ - ۹ (۱۴) آسٹریا
۱½ - ۳
(۶) اسکاٹ لینڈ
۷½ - ۹ (۱۵) اسپین
۱۰ - ۱
(۷) جرمنی
۱۰ - ۶ (۱۶) اٹلی
۷½ - ۱
(۸) آیرلینڈ
۵ - ۶ (۱۷) جاپان
۲ - ۱
(۹) ہالینڈ
۴½ - ۶ (۱۸) روس
۷½ - ۰
(۱۹) برٹش ہندوستان ۰ - ۱ (گویا امریکہ کے مقابلہ مین ہندوستان مین فی کس مصارف تعلیم کا اوسط $\frac{1}{192}$ ہے!)

لہ اس عنوان کے ماتحت تعلیمی اعداد زیادہ تر پرنسپل شیخ زادہ ایم اے کے مضمون مطبوعہ یونائٹڈ انڈیا (لندن) سے ماخوذ ہین،

یہ موازنہ باہر کے ممالک متمدن کے ساتھ تھا، لیکن خود ہندوستان ہی کی روشن خیال ترقی پذیر "دیسی ریاستون" کو اس باب مین برٹش ہندوستان سے کیا نسبت ہے؟

	پنس		شلنگ	
بڑودہ	۷	–	۰	(بیرونی ممالک سے صحیح تناسب قائم رکھنے کی
ٹراونکور	۷½	–	۰	غرض سے یہان بھی انگریزی سکہ شلنگ اور پنس کا
کوچین	۶	–	۰	برقرار رکھا گیا)
میسور	۱	–	۰	
برٹش ہندوستان	۱	–	۰	

جنگ سے پیشتر ہر ملک مین فیصدی جسقدر افراد مشغول خواندگی رہتے تھے انکا تناسب ہندوستان کے مقابلہ مین حسب ذیل تھا،

امریکہ	۳۱	فیصدی
انگلستان	۲۰	"
کناڈا	۲۰	"
اسٹریلیا	۲۰	"
سوئٹزرلینڈ	۱۷	"
جرمنی	۱۷	"
اسٹریا	۱۷	"
ناروے	۱۵	"

فرانس	۱۴	فیصدی
ڈنمارک	۱۳	"
بلجیم	۱۲	"
جاپان	۱۱	"
اسپین	۸	"
روس	۵	"
ہندوستان	۱٫۹	"

مسٹر گارنر، جنکی خبر وفات حال مین شائع ہوئی ہے، ایک مشہور سیاح تھے، جنھون نے سالہا سال افریقہ کے جنگلون کی خاک چھانی تھی، آج سے تقریباً تیس سال قبل انھین نے اس دعویٰ کا اعلان کیا تھا کہ بندرون مین بھی باہم ایک طریقہ کی گفتگو ہوتی ہے، ۱۸۹۲ء مین وہ مقام گیبون مین مقیم ہوئے، جہان بندرون کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ صنف گوریلا کی بکثرت آبادی ہے، یہان کئی مہینہ تک اُنھون نے اپنے تئین ایک بڑے قفس آہنی مین ایک چمپانزی کے ساتھ مقید رکھا، اور اُسکے ذریعہ سے بندرون کی باہمی "گفتگو" سنتے رہے، لیکن ان کے اس دعوی کو سائنٹفک حلقون مین زیادہ مقبولیت نہ حاصل ہوئی، اور جمہور محققین کا فیصلہ اسوقت یہ ہے کہ نطق وگویائی کی قوت انسان کے لئے مخصوص ہے، جسمین بندر وغیرہ کوئی صنف حیوانات اسکی شریک نہین،

بعض سائنٹفک حلقون مین یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ ایک ایسی ہوائی چھوڑی جائے جو

ماہتاب تک پہنچے، اسکے متعلق مشہور سائنٹفک رسالہ "نیچر" لکھتا ہے، کہ زمین سے ماہتاب تک پہنچنے کے لئے اسکی شرح رفتار سات میل فی سکنڈ ہونا چاہیئے، لیکن یہ امر بہت ہی مشتبہ ہے کہ ہم اسکی یہ شرح رفتار رکھنے پر قادر بھی ہو سکین گے،

سر ہرمان ویبر، جنھون نے ۹ سال کی عمر مین وفات پائی ہے، اور جنکے قوائے جسمانی و دماغی آخر وقت تک پوری تندرستی کی حالت مین رہے، انکی کتاب "طویل العمری" سے متعلق حال مین دوبارہ شایع ہوئی ہے، طویل العمری کے مختلف نسخے مختلف اشخاص نے تجویز کئے ہین، لیکن سر ہرمان ویبر کے نزدیک اسکا راز صرف تین چیزون مین شامل ہے، اولاً جسمانی محنت و ورزش یعنی انسان کاہل نہو، بلکہ تازہ ہوا مین کافی طور پر چلتا پھرتا رہے، دوسرے یہ کہ اپنی طبیعت کو قانع رکھے، قناعت کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ فکر و مایوسی اُسکے پاس نہ آنے پائیگی اور طبیعت بشاش رہیگی، تیسری اور سب سے اہم شرط یہ ہے کہ کھانے پینے مین بے اعتدالی نہ کرے، بلکہ ہمیشہ اعتدال ملحوظ رکھے، ان شرائط بالا کی پابندی کے ساتھ مصنف مرحوم کا دعویٰ ہے کہ ہر شخص انہین کی سی عمر و صحت حاصل کر سکتا ہے،

انگلستان مین سنہ ۱۹۱۹ء و سنہ ۱۹۱۸ء مین تعداد مطبوعات کا جو تناسب رہا وہ اعداد ذیل سے ظاہر ہوگا،

نام فن	(سنہ ۱۹۱۹ء) تعداد مطبوعات	(سنہ ۱۹۱۸ء)
فلسفہ	۲۲۹	۲۰۶
مذہب	۷۶۶	۷۸۳
علم المعاشرت	۸۲۴	۶۶۲
قانون	۲۶۱	۱۳۰
تعلیم و تربیت	۲۵۶	۱۸۷
لسانیات	۱۸۲	۱۴۲
سائنس	۴۳۴	۳۲۹
صنائع	۶۸۶	۳۷۸
طب و حفظان صحت	۳۶۷	۳۸۰
زراعت و باغبانی	۲۲۸	۱۸۲
امور خانہ داری	۴۷	۵۷
تجارت و کاروبار	۱۳۹	۱۷۹
فنون لطیفہ	۱۲۷	۱۳۸
موسیقی	۲۹	۲۷
شکار و تفریح	۹۶	۴۱
ادب	۲۸۱	۲۵۰
شاعری و ڈراما	۴۹۵	۶۴۲
افسانہ	۱۲۱۷	۱۰۱۴
تاریخ	۴۲۲	۶۲۹
سفر و سیاحت	۲۱۱	۱۸۰
جغرافیہ،	۱۲۶	۶۸

سوانح عمری	۲۹۵	۲۲۱
کتب جوامع (انسائیکلوپیڈیا وغیرہ)	۱۲۱	۱۶۶
کتب براے اطفال	۵۶۴	۳۸۴
حربیات (بری و بحری)	۲۱۶	۳۱۴
میزان	۸۶۲۲	۷۷۱۶

یہ تعداد مطبوعات اگرچہ سالہاے ماقبل جنگ کے مقابلہ مین بہت کم ہے، تاہم کاغذ کی گرانی، سامان طباعت کی کمیابی وغیرہ مشکلات موجودہ پر نظر کرتے ہوئے مبصرین کی راے مین بہت غنیمت ہے، جدول بالا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سال گذشتہ تاریخ، شاعری و ڈراما سے متعلق کتابین نسبتہً کم نکلین، لیکن دوسری طرف علم المعاشرت، سائنس، سوانح عمری و صنایع کے زیر عنوان کافی اضافہ رہا،

امریکہ کے مطبوعات سال گذشتہ سے متعلق اعداد حاصل نہین ہوئے، تاہم گذشتہ سال کے ایک ماہ یعنی اکتوبر مین جتنی کتابین شایع ہوئین، اُن سے سال بھر کی طبع و اشاعت کا کیسقدر اندازہ ہوسکتا ہے،

افسانہ	۸۹
تاریخ	۷۰
علم المعاشرت	۶۹
کتب براے اطفال	۶۸
مذہب	۵۷

سائنس	۵۵
مطبوعات قدیمہ کے جدید ایڈیشن	۱۱۳
دیگر علوم و فنون	
میزان	۸۶۹
میزان بابتہ ۱۹۱۸ء	۷۷۱

انگلستان کے ڈاکٹر سیسل لیسٹر (Leister) ایکسریز کے اثر سے مرض سرطان مین مبتلا ہوکر وفات پاگئے، رسالہ سائنس سفٹنگر لکھتا ہے کہ انکی وفات ڈاکٹر بل کی اس راے کی ایک تازہ شہادت بہم پہنچاتی ہے کہ ایکسریز جو ابتک اس مرض کا علاج سمجھا جاتا ہے وہ بجاے اس مرض کو دور کرنے کے اور اسکی تخلیق کا سبب بنتا ہے،

خطِ استوا پر افریقہ مین جو علاقہ فرانس کے قبضہ مین ہے، وہان حال مین ایک گوریلا ابن بانس کا شکار کیا گیا ہے، جسکا قد ۹ فٹ سے نکلتا ہوا تھا، اور جسکا وزن ۷½ من کا تھا، ماہرین فن کا بیان ہے کہ اسقدر قوی ہیکل و دیوجثہ گوریلا پہلی بار تجربہ مین آیا ہے،

ماہ گذشتہ مین سائنٹفک رسالون نے دنیا کے فربہ ترین لڑکے کی خبر وفات شایع کی ہے، اسکا نام لیبی مین تھا، وہ لیسٹر انگلستان کا باشندہ تھا، اُسکا سن پندرہ سال کا تھا، اُسکی کمر کی پیمائش ۶۴½ انچ کی، سینہ کی ۶۹ انچ کی، اور ران کی ۳۸ انچ کی تھی، اسکی وفات کے بعد بلحاظ فربہی اسکی جانشینی کا قرعۂ انتخاب امریکہ کے ایک ہشت سالہ لڑکے پر پڑا ہے،

انیسوین صدی کے آغاز مین جرمی بنتہم یورپ مین ایک مشہور فلسفی ہوا ہے، جو اصول قانون و فلسفۂ اخلاق مین خاص طور پر شہرت رکھتا ہے، اسکی وفات کو نوے سال گذر چکے تاہم اسکا پیکر بادی تقریباً اصلی خط و خال کے ساتھ لندن کے یونیورسٹی کالج کے ایک حصہ مین محفوظ ہے اس کمرہ مین بنتہم کا ڈھانچہ اس لباس مین ملبوس ہے جسے وہ اپنی زندگی مین پہنتا تھا، کرسی پر جلوہ افروز نظر آتا ہے، سر پر چٹائی کی اونچی ہیٹ ہے، جسم پر سیاہ کوٹ اور زرد مائل پتلون ہے اور داہنے ہاتھ مین ایک موٹی چھڑی ہے، سر و چہرہ موم کا بنا ہوا ہے، جو ہو بہو اصلی سر و چہرہ معلوم ہوتا ہے، لباس بھی جون کا تون ہے، بجز اسکے کہ پتلون مین کیڑے لگ گئے ہین،

لندن کا روزنامہ ڈیلی اکسپرس، امریکہ کی ایک عجیب و غریب لڑکی کے حالات شائع کرتا ہے، جسکی حیرت انگیز دماغی قوت ایک معجزہ ہے، اسکا سن ابھی پورے ایک سال کا بھی نہین ہونے پایا تھا کہ اسی وقت سے وہ مسلسل گفتگو کرنے لگی، دو برس کے سن مین اُس نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا، چار برس کی عمر مین اس نے یورپ کی سیر کرنا شروع کردی، اور نہ صرف اپنا سفرنامہ لکھتی رہی، بلکہ ساتھ ہی ساتھ مشہور لاطینی شاعر ورجل کے کلام کا ترجمہ بھی کرتی گئی! پانچ برس کی عمر مین اُس نے برلن (جرمنی) مین تعلیم حاصل کی، اور اسوقت سے نثر و نظم مین اسکا سلسلۂ تصنیف و تالیف برابر جاری ہے، اب اسکا سن سترہ سال کا ہے، لیکن اتنے عرصہ مین وہ سترہ کتابون کی مصنف ہو چکی ہے، اور دس ہزار سے زاید شعر کہہ چکی ہے! اور حال مین اس نے اپنے روزنامچہ کے شائع کرنے کا اعلان کیا ہے، جسے وہ دو برس کے سن سے لکھ رہی ہے، وہ سترہ زبانین بول سکتی ہے، لکچر دیتی ہے، اور بائسکوپ کے لئے ایکٹرس کا کام بھی کرتی ہے، اسکا مستقل مشغلہ تصنیف و تالیف و مضمون نگاری ہے چنانچہ

اسوقت وہ ١٠ اپونڈ (١٦٥٠ روپیہ) ماہوار محض قلم کی محنت سے کما رہی ہے، اس معجزانہ دماغی زندگی کے ساتھ اسکی جسمانی صحت و توانائی بھی قابل رشک ہے، اسکا قد ۵ فٹ ۷ انچ کا ہے، جو طویل القامت مردون کا ہوتا ہے، اور اسی جثہ کی مناسبت سے طاقت بھی رکھتی ہے، چنانچہ کشتی مین بہتون کو زیر کر چکی ہے، وہ متاہل زندگی کو پسند کرتی ہے اور شادی کا ارادہ رکھتی ہے، اسکا نام مس سیکول اسٹونر ہے۔

اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز (دار العلوم السنۂ مشرقیہ) لندن کی آخری سالانہ رپورٹ سے معلوم ہوا کہ سال گذشتہ (سنہ ۱۹) مین انمین ٣٨٢ طلبہ تھے، سنہ ۱۸ مین انکی تعداد ٢١٤ اور سنہ ۱۷ مین ١٢٥ تھی، فوجی طلبہ کو عربی، ترکی، جاپانی، سواحلی، و فارسی زبانون کی تعلیم دیگئی عموماً طلبہ کی کثرت سب سے زیادہ عربی جاپانی و ہندوستانی (اردو) کے صیغون مین تھی، طلبہ مین عورتون کی تعداد ایک ثلث سے کچھ کم تھی۔

ادبیات

کلامِ عزیز

اس وہم کی انتہا نہین ہے — سب کچھ ہی مگر خدا نہین ہے
سرگرم تلاش رہنے والے — تیرا بھی کہین پتا نہین ہے
اے محو نگاہِ ناز ہشیار — یہ نالۂ نارسا نہین ہے
دنیا کا فریب کھانے والے — اس جھوٹ کی انتہا نہین ہے
اسطرح ستم وہ کر رہے ہین — جیسے کہ مرا خدا نہین ہے
تم خوش ہو تو ہے مجھے ندامت — ہر چند مری خطا نہین ہے
دیکھو تو نگاہِ واپسین کو — اس ایک نظر مین کیا نہین ہے
دنیا کا بھرم نہ کھول اے آہ — یہ راز ابھی کھلا نہین ہے
یہ کہکے اٹھے مری لحد سے — ہمسے تو کوئی خفا نہین ہے

امڈا ہے جو دل عزیز رو لو
آنسو کوئی روکتا نہین ہے

ساقی روز ازل یہ کیا پلایا تہا مجھے — کچھ خبر بھی ہی تجھے کب ہوش آیا تہا مجھے
شبنم آلودہ کلی ہون جوش حسرت دل مین ہے — اب ہنسائے بھی وہی جسنے رلایا تہا مجھے
کیون گروہ ناکامیون مین زندگانی مین بسر — تونے پیدا کرکے کیون بندہ بنایا تہا مجھے

عالمِ ارواح مین بھی مجلس ماتم بپا — میری قسمت کا نوشتہ جب سنایا تہا مجھے
کلکِ قدرت نے بھی لکھا تہا وہی روزِ وفات — تمنے جسدن اپنی محفل سے اٹھایا تہا مجھے
دل کی کوشش سے حیاتِ جاودانی مگئی — آپنے تو اپنے امکان بھر مٹایا تہا مجھے

مین اسی دن حسن کی شوخی کا قائل تہا عزیز
اس نے جسدن خاک کا پتلا بنایا تہا مجھے

رباعیاتِ ہوش

از سید ناظر الحسن ہوش بلگرامی

مہلک بیماریان اور اسلام ضعیف — لازم ہے علاج مین نہ تاخیر کرین
گو موت و حیات مین بشر ہے مجبور — جب تک چلتی ہی سانس تدبیر کرین

دیکھی نہین شکل اپنے مستقبل کی — ہان آئینہ دار حال و ماضی ہین ہم
آنے دو ہوا کو ہم ہین نقشِ کفِ پا — مٹنے پہ فنا ہونے پہ راضی ہین ہم

جن لوگون مین اتحاد کی ہی برکت — عزت بھی ہی علم بھی ہی دولت بھی ہی
باقی نہین جن مین اتفاقِ کلمہ — ذلت بھی ہی جہل بھی فلاکت بھی ہی

مطبوعاتِ جدیدہ

اکابر قوم، مسلمانون کی قومی زندگی ایک ساکن دریا ہے، اِسلئے ضرورت ہے کہ اِصلاحی آوازون کے ذریعہ سے اُسکی سطح کو جنبش دیجائے، تاکہ اس دریا مین تلاطم پیدا ہو، مولوی اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی نے "سلسلۂ اصلاح قومی" کے ذریعہ سے اسی ضرورت کو پورا کیا ہے اکابر قوم اس سلسلہ کا پہلا نمبر ہے، جسمین اُنھون نے علما، مشائخ، صوفیہ، روسا، امرا کی اخلاقی حالت پر نہایت نیک نیتی کے ساتھ نکتہ چینی کی ہے، اور علی گڈھ کالج، ندوہ، دیوبند، محمڈن ایجوکیشنل کانفرس، اور مسلم لیگ، غرض مسلمانون کی تمام مذہبی، علمی، اور سیاسی تحریکات کے نقائص ظاہر کئے ہین اور اُنکے علل واسباب سے بحث کی ہے، رسالہ کی قیمت ۴ر ہے، اور مصنف سے کوٹھی نمبر ۲، مکلوڈ روڈ لاہور کے پتہ سے مل سکتا ہے،

البرہان فلسفۃ القرآن، اسلام ایک فطری مذہب ہے اسلئے اُسکے اصول و ارکان اور احکام و قوانین بھی فطری ہین، لیکن مسلمانون نے اس صاف و شفاف چشمہ کو مذہبی اختلافات کے ذریعہ سے گدلا کردیا ہے، مولوی عبد الرؤف صاحب ساکن مئو ائمہ نے اس کتاب مین اسلام کے تمام اوامر و نواہی کو قرآن مجید سے یکجا کرکے اس چشمہ کو صاف کرنا چاہا ہے، یہ کتاب چار جلدون مین ہے، اخیر جلد مین فلسفہ قرآن سے بحث کیگئی ہے، اور اُسکی ترجیح مین علماء یورپ کے اقوال نقل کئے گئے ہین، کتاب پر قیمت درج نہین ہے مصنف سے مئو ائمہ ضلع الہ آباد کے پتہ سے ملیگی

ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر، ۱۹۱۱ء مین پرنسپل صاحب علی گڈھ کالج کے ایماء سے ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب نے اس عنوان پر ایک فلسفیانہ لکچر دیا تھا کہ مسلمانون کی موجودہ بیداری کا

ان کے مستقبل پر کیا اثر پڑنے والا ہے، جسکے ضمن مین انھون نے جماعت اسلامی کی ہیئت ترکیبی، اسلامی تمدن کی ہمرنگی، اور ایک خالص اسلامی نظام اخلاق کی ضرورت پر بحث کی ہے اور یہ دکھلایا ہے کہ مسلمانون کی قومیت، وطنیت، اور عصبیت، دوسری قومون سے بالکل مختلف ہے، کیونکہ اُسکا مرکز صرف اسلام ہے جو دوسرے مذاہب کی طرح عقلی اور نظری نہین بلکہ عملی ہے، اُن کا تمدن عالمگیر ہے، اور ان چیزون کے ترکیب و امتزاج سے جو لوگ پیدا ہوئے ہین وہ اسلامی اخلاق کے خالص نمونے ہین، اِسلئے اگر مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہین تو اُنکو یہی اصول پیش نظر رکھنا چاہیئے، اُسکے بعد اُنھون نے مسلمانون کی موجودہ تعلیمی اور اقتصادی حالت سے بحث کی ہے، اور اس ضمن مین ایک اسلامی یونیورسٹی کے قیام، تعلیم نسوان، مسلمانون کے عام افلاس اور صنعت و حرفت اور تجارت کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت پر بہت زور دیا ہے، آخر مین دکھلایا ہے کہ اگر مسلمان صحیح معنی مین ایک متمدن قوم بننا چاہتے ہین تو اُنکو سب سے پہلے سچا مسلمان بننا چاہیئے، یہ لکچر انگریزی زبان مین دیا گیا تھا، مولوی ظفر علیخان صاحب بی، اے ایڈیٹر زمیندار نے مذکورہ بالا نام سے اُسکا اسی زمانہ مین اُردو مین ترجمہ کردیا تھا، اب وہ مرغوب ایجنسی لاہور سے مل سکتا ہے، قیمت ۴ر،

حسن بچپسی، ہر قوم کی اصلاح کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اُسکے نظام تربیت کی اصلاح کیجائے مولوی حامد حسن قادری نے اسی جانب اپنا عملی قدم بڑہایا ہے، اور بچون کے خیالات کی اصلاح کے لئے ایک اخبار نکالا ہے، جسمین نہایت صاف اور سادہ پیرایہ مین اُنکو اخلاقی تعلیم دیجاتی ہے حسن بچپسی بھی اسی سلسلہ کا ایک مفید رسالہ ہے، بسم اللہ کی رسم ہندوستان مین عام طور پر نہایت دہوم دہام سے ادا کیجاتی ہے، جسمین نہایت فیاضی کے ساتھ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے، مولویصاحب موصوف نے اس مسرفانہ طریقہ کو رد کرنے کے لئے اپنے لڑکے کی بسم اللہ بالکل سادہ

طور پر کی، اور اسکی یادگار مین یہ رسالہ لکھا جسمین حضرت رسالت پناہ صلعم، صحابہ کرام، ازواج مطہرات، اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے پچیس اخلاقی واقعات درج کئے گئے ہین، رسالہ کی قیمت ۴ر ہے، منیجر اخبار سعید کانپور سے طلب کیجیے،

روزگار، اودھ کے دار السلطنت لکھنؤ سے روزگار نام ایک ماہوار رسالہ جاری ہوا ہے، جسکا پہلا نمبر ہمارے پیش نظر ہے، اسمین زراعت، تجارت، صنعت وحرفت اور تعلیم پر عمدہ مضامین لکھے گئے ہین، راے زادہ صاحب آفتاب نے زراعت پر ایک عمدہ نظم لکھی ہے، اور ایڈیٹر صاحب نے شذرات مین انہین مضامین پر اپنے خیالات ظاہر فرمائے ہین، رسالہ بحیثیت مجموعی اپنے مقاصد مین کامیاب ہے، اُردو مین ایسے رسالہ کی سخت ضرورت تھی، حجم ۴۸ صفحات، قیمت للعہ سالانہ، پتہ: دفتر روزگار نمبر ۱۶ امین الدولہ پارک لکھنؤ،

سیف الدین، مولانا طاہر سیف الدین داعی فرقہ بوہریہ نے اپنے فرقہ کے عقائد مین ایک کتاب لکھی تھی جسکا نام "ضوء نور الحق المبین" ہے، اس کتاب پر متعدد اشخاص نے اعتراضات کئے تھے، جنمین ولی محمد اسمعیل صاحب سرپادہ کا لب ولہجہ نہایت سخت تھا، یہ رسالہ اُنہین کے جواب مین ہے، اور لطف یہ کہ ایک اہلسنت والجماعت کا لکھا ہوا ہے، رسالہ کی قیمت ۴ر ہے، اور مطبع ہاشمی، ہاشمی منزل میرٹھ سے مل سکتا ہے،
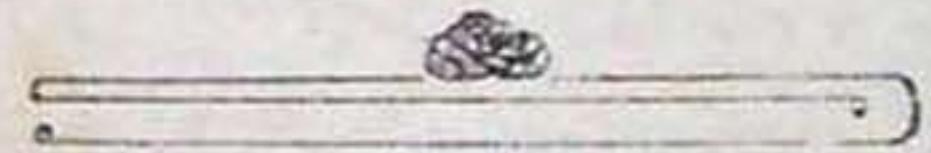
مجلد پنجم	ماہ شعبان ۳۸ھ مطابق ماہ مئی ۲۰ء	عدد پنجم

مضامین

جدید مطبوعات

رُوح الاجتماع، یعنی ڈاکٹر لی بان کی کتاب "جماعتہاے انسانی" کے اصول نفسیہ کا ترجمہ از مولانا محمد یونس انصاری فرنگی محلی، قیمت ۱عار،

منیجر